eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nmt.org.pk
www.nooremarfat.com
Declaration No: 7334

سہ ماہی تحقیقی مجلّہ

نورِ معرفت

جلد: 15 شمارہ: 2 مسلسل شمارہ: 64 اپریل تا جون 2024

- ★ انسان کی معاشی تربیت کے الٰہی مقاصد
- ★ امامیہ سیاسی فقہ کے مختلف ادوار اور تاریخ کا جائزہ
- ★ "اصول فلسفہ و روش رئالیسم"۔ چند صفحات کا مطالعہ (3)
- ★ عصرِ غیبت میں اسلامی حکومت کے قیام پر اعتراضات کا جائزہ
- ★ The Role of Philosophy and Mathematics in the Creation of Social Realities

مدیر

ڈاکٹر محمد حسنین نادر

ناشر: نور تحقیق و ترقی پرائیویٹ لمیٹڈ

Indexed in

Www.australianislamiclibrary.org/

Https://iri.aiou.edu.pk/

Https://www.archive.org/

Https://www.tehqeeqat.org/

EBSCOhost
https://www.ebsco.com/

Websites

https://www.nooremarfat.com

https://www.nmt.org.pk/

https://orcid.org/0000-0001-593-4436

کمپوزنگ اینڈ ڈائزائننگ: بابر عباس

eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nmt.org.pk
www.nooremarfat.com
Declaration No: 7334

سہ ماہی تحقیقی مجلہ

نورِ معرفت

جلد: 15 شمارہ: 2 مسلسل شمارہ: 64

اپریل تا جون 2024ء بمطابق شوال تا ذوالحجۃ 1445ھ

مدیر: ڈاکٹر محمد حسنین نادرؔ

ORCID iD: https://orcid.org/0000-0002-1002-153X

E-mail: noor.marfat@gmail.com

ناشر: نور تحقیق و ترقی پرائیویٹ (لمیٹڈ)، بارہ کہو، اسلام آباد۔

پبلشر سید حسنین عباس گردیزی نے پکٹوریل پرنٹرز، پرائیویٹ لمیٹڈ، 21، آئی اینڈ ٹی سینٹر، آبپارہ سے چھپوا کر نور تحقیق و ترقی پرائیویٹ (لمیٹڈ)، آفس بارہ کہو سے شائع کیا۔

رجسٹریشن فیس پاکستان، انڈیا: 1000 روپے؛ مڈل ایسٹ: 70 ڈالرز؛ یورپ، امریکہ، کنیڈا: 150 ڈالرز۔

مدیر اعلیٰ و ناشر : **سید حسنین عباس گردیزی** چیئرمین نور الہدیٰ ٹرسٹ، اسلام آباد۔

مجلس نظامت

مدیر	**ڈاکٹر محمد حسنین نادرؔ**	پی۔ایچ۔ڈی۔ فلسفہ و کلام اسلامی، نور الہدیٰ ٹرسٹ (رجسٹرڈ)، اسلام آباد۔
معاون مدیر	**ڈاکٹر ندیم عباس بلوچ**	پی۔ایچ۔ڈی، اسلامک اسٹڈیز، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد۔
معاون تحقیقی امور	**ڈاکٹر محمد نذیر اطلسی**	پی۔ایچ۔ڈی۔ علوم قرآن، جامعۃ الرضا (رجسٹرڈ)، اسلام آباد۔
مشاور مدیر	**ڈاکٹر ساجد علی سبحانی**	پی۔ایچ۔ڈی۔ ادبیات عرب،، جامعۃ الرضا (رجسٹرڈ) اسلام آباد۔
نگران فنی امور	**ڈاکٹر ذیشان علی**	پی۔ایچ۔ڈی، کمپیوٹر سائنسز۔
معاون فنی امور	**فہد عبید**	ایم۔ایس (سی۔ایس)

مجلس ادارت

ڈاکٹر حافظ محمد سجاد	شعبۂ علوم اسلامی، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد۔
ڈاکٹر عائشہ رفیق	شعبۂ علوم اسلامی، گفٹ یونیورسٹی، گوجرانوالہ۔
ڈاکٹر عبدالباسط مجاہد	شعبۂ تاریخ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد۔
ڈاکٹر سید نثار حسین ہمدانی	شعبۂ اقتصادیات (الٰہی اقتصادیات)، چیئرمین ہادی انسٹیٹیوٹ مظفر آباد، آزاد جموں و کشمیر۔
ڈاکٹر ذوالفقار علی	شعبۂ تاریخ، نور الہدیٰ مرکز تحقیقات، اسلام آباد۔
ڈاکٹر روشن علی	شعبۂ علوم اسلامی، اسلام آباد ماڈل کالج فار بوائز، اسلام آباد۔
ڈاکٹر علی رضا طاہر	شعبۂ فلسفہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور۔
ڈاکٹر کرم حسین ودھو	شعبۂ ثقافتِ اسلامی، ریجنل ڈائریکٹوریٹ آف کالجز، لاڑکانہ۔

قومی مجلس مشاورت

ڈاکٹر ہمایوں عباس	شعبۂ علوم اسلامی، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد۔
ڈاکٹر حافظ طاہر اسلام	شعبۂ علوم اسلامی، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد۔
ڈاکٹر عافیہ مہدی	شعبۂ علوم اسلامی، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد۔
ڈاکٹر سید قندیل عباس	شعبۂ بین الاقوامی تعلقات، قائداعظم یونیورسٹی، اسلام آباد۔
ڈاکٹر زاہد علی زہدی	شعبۂ علوم اسلامی، یونیورسٹی آف کراچی۔
ڈاکٹر محمد ریاض	شعبۂ علوم اسلامی، بلتستان یونیورسٹی، اسکردو۔
ڈاکٹر محمد شاکر	شعبۂ نفسیات اور انسانی ترقی، یونیورسٹی آف بہاولپور۔
ڈاکٹر محمد ندیم	شعبۂ ایجوکیشن، گورنمنٹ صادق ایجرٹن کالج، بہاولپور۔
ڈاکٹر رازق حسین	ہیڈ آف آئی۔ آر ڈیپارٹمنٹ، مسلم یوتھ یونیورسٹی، جاپان روڈ، اسلام آباد

بین الاقوامی مجلس مشاورت

ڈاکٹر وارث متین مظاہری	شعبۂ علوم اسلامی، جامعہ ہمدرد، نیو دلی، انڈیا۔
ڈاکٹر سید زوار حسین شاہ	شعبۂ علوم قرآنی و حدیث، انجمن حسینی، اوسلو، ناروے۔
ڈاکٹر سید عمار یاسر ہمدانی	شعبۂ قرآن و قانون، المصطفیٰ انٹر نیشنل یونیورسٹی ایران۔
ڈاکٹر غلام رضا جوادی	شعبۂ تاریخ، خاتم النبیینؐ یونیورسٹی، کابل، افغانستان۔
ڈاکٹر جابر حسین محمدی	شعبۂ قرآن اور تربیتی علوم، جامعۃ المصطفیٰ العالمیہ، قم، ایران۔
ڈاکٹر غلام حسین میر	شعبۂ علوم تقابلی حدیث، جامعۃ المصطفیٰ العالمیہ، قم، ایران۔
ڈاکٹر شہلا بختیاری	شعبۂ تاریخ اسلام، جامعۃ الزہراء، تہران، ایران۔
ڈاکٹر فیضان جعفر علی	اردو و فارسی تنظیم، پورہ معروف، ایم۔اے۔یو۔یو۔پی انڈیا۔

مقالات ارسال فرمائیں

سہ ماہی تحقیقی مجلّہ "نور معرفت" دینی و سماجی علوم و موضوعات پر مقالات شائع کرتا ہے۔ یہ مجلّہ قومی اور بین الاقوامی سطح پر معاشرتی رواداری اور ادیان ومذاہب کے درمیان تعمیری مکالمے کی فضا کو فروغ دینے کے ساتھ ساتھ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں عدل وانصاف پر مبنی عالمی اسلامی معاشرے کے قیام کے لئے فکری بنیادیں فراہم کرتا ہے۔ اس مجلے کا ایک اہم ہدف، یونیورسٹیز اور دینی تعلیمی مراکز ومدارس کے اساتذہ اور طلاب کے درمیان تحقیقی ذوق بیدار کرنا اور ان کے تحقیقی آثار شائع کرنا ہے۔ ایسے مقالات کی اشاعت کو ترجیح دی جاتی ہے جو تحقیقی ہونے کے ساتھ ساتھ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی سالمیّت، ملّی یکجہتی اور مذہبی، سماجی رواداری اور محبت کو فروغ دیں اور عصر حاضر کے انسانوں کی عملی مشکلات کا راہ حل پیش کرتے ہوں۔

تفسیر و علوم قرآن، حدیث ورجال، فقہ واصول، فلسفہ وکلام، سیرت وتاریخ، تقابل ادیان، تعلیم وتربیت، ادبیات، عمرانیات، سیاسیات، اقبالیات، تہذیب وتمدن، اسلامی قوانین اور بطور کلی، کسی بھی موضوع پر اسلامی نکتۂ نگاہ سے لکھے گئے مقالات کی مجلّہ ہذا میں اشاعت بلا مانع ہے۔ یہ مجلّہ علماء اور دانشور طبقہ کو دعوت دیتا ہے کہ وہ مجلّہ کے Scope کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اپنے قیمتی مقالات اشاعت کے لئے ارسال فرمائیں۔ مقالات کی تدوین میں درج ذیل ویب لنک پر دی گئی ہدایات کی مکمل پابندی کی جائے:

https://nmt.org.pk/author-guidelines/

تمام مقالہ نگاروں سے گذارش ہے کہ اپنے مقالات درج ذیل ویب لنک پر Submit کروائیں:

https://nooremarfat.com/index.php/Noor-e-marfat/about/submissions

ضروری نوٹ:

مجلّہ نور معرفت میں شائع ہونے والے مقالات کے مندرجات کی ذمہ داری خود مقالہ نگاروں پر ہے۔
مجلّہ کا مقالات کے تمام مندرجات سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

فہرست

نمبر شمار	موضوع	مقالہ نگار	صفحہ
۱	اداریہ	مدیر	6
۲	انسان کی معاشی تربیت کے الٰہی مقاصد	ڈاکٹر غلام عباس	9
۳	امامیہ سیاسی فقہ کے مختلف ادوار اور تاریخ کا جائزہ	محمد حسن جمالی	26
۴	عصرِ غیبت میں اسلامی حکومت کے قیام پر اعتراضات کا جائزہ	غلام قنبر حیدری	48
۵	"اصول فلسفہ و روش رئالیسم" - چند صفحات کا مطالعہ (3)	ڈاکٹر ابوہادی	73
6	The Role of Philosophy and Mathematics in the Creation of Social Realities (In context of theory of Divine Economics)	Kausar Ali	84
7	Editorial	Editor	109

اداریہ

سہ ماہی تحقیقی مجلّہ نور معرفت کا 64 واں شمارہ پیش خدمت ہے۔ اس شمارے کا پہلا مقالہ "انسان کی معاشی تربیت کے الٰہی مقاصد" کے عنوان سے مزین ہے۔ اس مقالہ کے مطابق، انسانی تعلیم و تربیت میں تعلیمی اہداف (Learning Goals) بہت زیادہ اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ یقیناً، الٰہی نظامِ تعلیم و تربیت میں بھی ایسا ہی ہے۔ اللہ تعالی ہمارا ربّ اور بہترین "مربّی" ہے۔ اُس نے ہماری معاشی تربیت کے بھی چند اہداف معین فرمائے ہیں۔ مقالہ نگار کے مطابق، قرآن کی رو سے ایک انسان کی معاشی تربیت کے الٰہی اہداف یہ ہیں: اللہ تعالی کی ذات اور صفات کی شناخت، معاشی آزمائش میں صبر، اللہ تعالی کی نسبت فقر کا احساس، اللہ تعالیٰ کی نسبت حُسنِ ظَنّ، اپنی تگ و دَو میں خلوص پیدا کرنا، شکر گزاری اور ان سب سے مہم ہدف یہ کہ ایک دیندار انسان کو تقوی کی اُس منزل پر فائز کرنا کہ اس کے پاس جو کچھ ہے وہ اُسے خدا کی طرف سے سمجھے اور خدا کے بتائے ہوئے احکام کے مطابق خرچ کرے۔ اس مقالہ میں مصنف نے انسان کی معاشی تربیت کے مذکورہ بالا اہداف کو قرآن کریم کی آیات اور معصومین علیہم السلام کی روایات سے ایک استنطاقی روش کے ذریعے اخذ کیا ہے۔

پیش نظر شمارے کے دوسرے مقالہ کا عنوان "امامیہ سیاسی فقہ کے مختلف اَدوار اور تاریخ کا جائزہ" ہے۔ اس مقالہ کے مطابق، شیعہ، امامیہ کی سیاسی فقہ پانچ اہم ادوار سے گزری ہے۔ ان میں پہلا دور پیغمبر اکرم ﷺ اور حضرت علیؑ کی حکومت کا زمانہ ہے۔ یقینا یہ دَور، شیعہ سیاسی فقہ کا ایک اہم دورانیہ شمار ہوتا ہے۔ اس کے بعد شیعہ سیاسی فقہ کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے جو کہ تقیہ کا دور ہے۔ یہ وہ دَور ہے جس میں بنی امیہ بر سرِ اقتدار آئے۔ یہ دَور، ایران میں صفوی اور قاجاری حکومت کے قیام تک کے عرصے پر مشتمل ہے۔

اس مقالہ کے مطابق، شیعہ سیاسی فقہ کا تیسرا دَور صفوی اور قاجاری بادشاہی سلسلوں کا دَور ہے۔ اِس دوَور میں شیعہ فقہاء نے ایران کی سرزمین پر مذہب تشیع کی بنیاد مستحکم کرنے کے لیے حکمرانوں کے ساتھ روابط بڑھائے اور شیعی فقہ کو رائج کرنے کے لیے اقدامات کیے۔ اس کے بعد شیعہ سیاسی فقہ کا وہ دَور شروع ہوتا ہے جس میں بادشاہوں کی قدرت مطلقہ کو محدود کرنے کے حوالے سے ایران میں مشروطہ تحریک کا آغاز ہوا۔ یہ وہی دَور ہے جس میں انتخابات، اسمبلیوں، مساوات، آزادی اور اقتدار جیسے جدید سیاسی مسائل شیعہ فقہاء کی توجہ کا مرکز بنے۔

اس کے بعد شیعہ سیاسی فقہ کا گویا اہم ترین دَور شروع ہوتا ہے جو کہ دراصل، ولایت فقیہ کی حکمرانی کا دَور ہے۔ اس دَور میں امام خمینی کی قیادت میں آنے والے اسلامی انقلاب نے شیعہ فقہ کو جدید ترین سیاسی مسائل سے آشنا کیا۔ پیشِ نظر مقالہ میں شیعہ سیاسی فقہ کے ان تمام اَدوار میں کی فقہی پیشرفت کا محققانہ جائزہ لیا گیا ہے۔

اس شمارے کے تیسرے مقالہ کا عنوان "عصرِ غیبت میں اسلامی حکومت کے قیام پر اعتراضات کا جائزہ" ہے۔ اس میں اس امر کا جائزہ لیا گیا ہے کہ امام زمانہ علیہ السلام کی غیبت کبریٰ میں دَور میں اسلامی حکومت کا قیام کے لیے تگ و دَو کا حکم کیا ہے؟ یہاں اُن لوگوں کے دلائل پر ایک محققانہ نقد و تبصرہ موجود ہے جو مدعی ہیں کہ زمانۂ غَیبت میں شیعوں کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ سکوت اختیار کریں، اپنے گھروں سے باہر نہ نکلیں، لوگوں سے غیر ضروری میل ملاپ سے پرہیز کریں، تقیہ اختیار کریں اور اپنے جان و مال اور ایمان کی حفاظت کریں۔

اِس مقالے میں اِس دعوے کا بھی جائزہ لیا گیا ہے کہ آیا امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی غیبت کے زمانہ میں تقلید کرنا حرام ہے یا جائز اور واجب؟ مقالہ نگار کے مطابق مدعی نے اِس دعوی پر جن روایات کو بطور دلیل پیش کیا ہے وہ دلیل بننے سے قاصر ہیں اور ان کی مدعا پر دلالت نامکمل ہے کیونکہ یہ روایات، قرآن مجید کی اُن آیات اور معصومین علیہم السلام کی اُن معتبر احادیث کے ساتھ متصادم ہیں جن میں جہاد اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا ہر مسلمان پر واجب قرار دیا گیا ہے۔

"اصول فلسفہ و روش ریالیسم - چند صفحات کا مطالعہ (3)" کے عنوان کے تحت اس شمارے کے چوتھے مقالہ میں استاد مرتضی مطہری کے تشریحی نوٹس سے مزین، علامہ طباطبائی کی کتاب "اصول فلسفہ و روش ریالیسم" کے مضامین کی روشنی میں فلسفے کی تعریف، ادراکات کی اقسام، فلسفہ کی ضرورت اور اس کے دیگر علوم سے فرق پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کے علاوہ، اس مقالہ میں فلسفہ کی بابت مادہ پرستوں کے رویّے اور استدلال کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں، فلسفے کے موضوع و مسائل اور دیگر علوم کے ساتھ فلسفے کی نسبت کو بھی اجاگر کیا گیا ہے۔ نیز یہ اجاگر کیا گیا ہے کہ فلسفے اور دیگر سائنسز کا باہمی تعلق کیا ہے۔ مقالہ کے مطابق، تمام علوم، اپنے موضوع کے اثبات میں فلسفے کے محتاج ہیں۔ جہاں تک فلسفے کا تعلق ہے تو یہ اگرچہ سائنسز کا محتاج نہیں ہے، تاہم یہ سائنسز کے مسائل سے بعض فلسفی مسائل کا انتزاع کرتا ہے۔

موجودہ شمارے کے آخری مقالے کا عنوان ہے: The Role of Philosophy and Mathematics in the Creation of Social Realities (In context of theory of Divine Economics) ۔ اس مقالے میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ فلسفہ اور ریاضی سماجی حقائق کو قائم کرنے کی ٹھوس بنیادیں فراہم کرتے اور ایک متحرک معاشرے کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ فلسفہ اور ریاضی کے اس اہم کردار سے ناواقفیت کی وجہ سے سنگین سماجی نتائج سامنے آ رہے ہیں اور اگر ہم معاشرتی ترقی و کمال کی راہیں ہموار کرنا چاہتے ہیں تو ضروری ہے کہ ہم فلسفہ اور ریاضی کے اِس کردار کو سمجھیں۔

یہ مقالہ، دراصل، معاشرے کو زندہ اور متحرک بنانے میں فلسفہ اور ریاضی کے کردار کی اہمیت پر ایک جدید

فلسفیانہ تحقیق ہے۔ مقالہ نگار مدعی ہیں کہ الٰہی اقتصادیات میں فعال اجتماعی ارادے کے ساتھ سماجی تعلقات کو دوبارہ جنم دینے، دوبارہ ترتیب دینے اور ان کو منظّم کرنے کی طاقت پائی جاتی ہے۔ مقالہ نگار نے اپنے مدعا کو متنوع دلائل کی روشنی میں ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

ہمیں امید ہے کہ مذکورہ بالا 5 مقالات پر مشتمل مجلّہ نور معرفت کاش 64 واں مسلسل شمارہ یقیناً ارباب علم و دانش کے لیے معرفت افزا ثابت ہوگا۔ ان شاء اللہ۔

مدیر مجلّہ،
ڈاکٹر محمد حسنین نادر

انسان کی معاشی تربیت کے الٰہی مقاصد

Divine Goals of Economic Upbringing of Man

Open Access Journal
Qtly. Noor-e-Marfat
eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nooremarfat.com
Note: All Copy Rights are Preserved.

Dr. Ghulam Abbas
NoorulHuda Markaz-e Tehqeeqat, Islamabad.
E-mail: ghulamabbas.kash@gmail.com

Abstract:

The goals that a student have to reach, is the most important thing in education and upbringing. These goals are determined by educationists. The coach, through various methods, guides the students towards these goals. Similarly, our religious economic training also has some goals that are in the sight of God Almighty and these goals are addressed only in religious training. In the western economic education and training, personal and collective goals of man are taken into consideration. Whereas in religious economic training, divine goals are taken into account more than personal and collective goals.

With this background, the present paper has discussed only the divine goals of our economic education and training. The content of this article is that according to the holy Qur'an, the divine goals of a person's economic upbringing are: recognition of the essence and attributes of Allah Almighty, patience in economic trials, the feeling of poverty towards Allah, to be hopeful to Allah, instilling sincerity in one's struggle, gratitude and the goal of all of them is to promote a beliver to the level of piety where he considers his property God gifted and spends it according to his recomendations.

The goal of this research is to extract the aforementioned divine goals of economic training from the Holy Qur'an, which are related to faith in Allah, the Prophets, and the Hereafter. The method of this research is investigative in which a topic or a scientific problem is taken from the society and it is presented on the Quran and the response of the Quran is taken. The present research is written in a descriptive-analytical style.

Keywords: Eeconomics, Education, Learning Goals, Faith, Patience, Gratitude, Piety.

خلاصہ

تعلیم و تربیت میں سب سے اہم چیز، وہ اہداف ہوتے ہیں جہاں طلباء کو پہنچنا ہوتا ہے۔ یہ اہداف ماہرینِ تعلیم مشخص کرتے ہیں۔ مربّی، مختلف روشوں کے ذریعہ، طلباء کو ان اہداف تک پہنچاتا ہے۔ اسی طرح ہماری دینی معاشی تربیت کے بھی کچھ اہداف ہیں جو خداوند تعالی کے پیش نظر ہیں اور یہ اہداف فقط دینی تربیت ہی میں مدّنظر رکھے گئے ہیں۔ مغربی معاشی تعلیم وتربیت میں انسان کے ذاتی اور اجتماعی اہداف کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔ جبکہ دینی معاشی تربیت میں ذاتی اور اجتماعی اہداف سے زیادہ الٰہی اہداف کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔ اس پسِ منظر میں پیشِ نظر مقالہ میں ہماری معاشی تربیت کے فقط الٰہی اہداف کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

اِس مقالے کا مدعا یہ ہے کہ قرآن کی رو سے ایک انسان کی معاشی تربیت کے الٰہی اہداف یہ ہیں: اللہ تعالی کی ذات اور صفات کی شناخت، معاشی آزمائش میں صبر، اللہ تعالی کی نسبت فقر کا احساس، اللہ تعالیٰ کی نسبت حُسنِ ظَن، اپنی تگ و دَو میں خلوص پیدا کرنا، شکر گزاری اور ان سب سے مہم ہدف یہ کہ ایک دیندار انسان کو تقوی کی اُس منزل پر فائز کرنا کہ اس کے پاس جو کچھ ہے وہ اُسے خدا کی طرف سے سمجھے اور خدا کے بتائے ہوئے احکام کے مطابق خرچ کرے۔

اس تحقیق کا ہدف، قرآن کریم سے معاشی تربیت کے مذکورہ بالا الٰہی اہداف کا استخراج ہے جن کا تعلق اللہ تعالیٰ، انبیاء اور آخرت پر ایمان سے ہے۔ اس تحقیق کی روش استنطاقی ہے جس میں معاشرے سے ایک موضوع یا علمی مسئلہ کو لیا جاتا ہے اور اسے قرآن پر پیش کیا جاتا ہے اور قرآن کا جواب لیا جاتا ہے۔ موجودہ تحقیق کو توصیفی-تحلیلی اسلوب سے تحریر کیا گیا ہے۔

مقدمہ

قرآن کی رو سے تربیت کے چند اہداف ہیں، کچھ اہداف ابتدائی ہیں، کچھ درمیانی ہیں اور ایک آخری ہدف ہے۔ معاشی تعلیم وتربیت کے تمام ابعاد میں آخری ہدف اللہ کی رضا اور خوشنودی ہے، تربیت کے آخری ہدف پر دوسری

کتابوں اور مقالات میں سیر حاصل بحث کی جاچکی ہے، لیکن معاشی تربیت کے درمیانی اہداف کو روشن کرنے کی ضرورت ہے۔ تربیت کے درمیانی اہداف میں سے کچھ اہداف الٰہی ہیں جن کا تعلق اللہ تعالیٰ، انبیاء اور آخرت پر ایمان کے ساتھ خاص ہے۔ اس لیے مغربی تعلیم وتربیت میں ان اہداف کا وجود نہیں اور دینی اہداف میں سب سے مہم یہی اہداف ہیں۔ مغربی تعلیم و تربیت میں جو اہداف پائے جاتے ہیں، دینی تعلیم و تربیت میں بھی وہ اہداف پائے جاتے ہیں۔ دینی معاشی تعلیم و تربیت میں الٰہی اہداف کے سائے میں انسان کو ذاتی اور اجتماعی اہداف بھی حاصل ہوتے ہیں۔ اسلام میں انفرادی اور اجتماعی ملکیت دونوں پر تاکید کی گئی ہے۔ اسلام میں یہ تصور نہیں ہے کہ ہمیشہ فرد خود کو معاشرے پر قربان کرے یا ہمیشہ ذاتی مفاد کو ہی ترجیح دے۔ اسلام کے قوانین اس طرح سے ہیں کہ جن پر عمل کرنے سے انسان الٰہی، انفرادی اور اجتماعی تینوں اہداف کو پالیتا ہے۔ البتہ مستقل تعارض کی صورت میں دین اسلام میں ایسے قوانین موجود ہیں جن سے یہ مشخص ہو جاتا ہے کہ کونسے مفاد کو ترجیح دی جائے، اس مقالہ میں ہم فقط الٰہی قوانین کو زیر بحث لائیں گے۔

معاشی تربیت کے اہداف

علامہ مصباح کے نزدیک تعلیم کا آخری مقصد خدا کا قرب اور خوشنودی ہے۔ اس لحاظ سے کہ تعلیم کا آخری مقصد، وہ حاصل کرنا ہے جو کسی شخص کے لیے مناسب اور مطلوب ہو۔ انسان کے کمال کا آخری درجہ خدا کی قربت اور خوشنودی کا حصول ہے۔[1] صرف خدا کی ذات کامل اور مطلق ہے۔ یہ انسان جتنا زیادہ خدا کے قریب ہوگا اتنا کامل ہوتا جائے گا۔ البتہ ڈاکٹر باقری کے مطابق تعلیم کا مقصد عبد بننا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے صرف اللہ پر بھروسہ کرے اور کسی دوسرے کا اختیار قبول نہ کرے، جب وہ فقط اس مقام پر پہنچے گا اسے ہدایت ملے گی، ان کے مطابق جب انسان اللہ کا عبد بنتا ہے تو اللہ کا قرب اور خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔[2] عبد ہونے سے مراد یہ ہے کہ انسان اس مقام پر پہنچے کہ جو حکم خدا دے اس کی مکمل اطاعت کرے۔ جیسے ایک عبد اپنے مالک کی اطاعت کرتا ہے۔

تبصرہ

میری نظر میں دینی تعلیم اور تربیت کی تمام جہتوں کو مد نظر رکھیں تو تعلیم و تربیت کا آخری ہدف عبد بننا نہیں ہو سکتا چونکہ تعلیم و تربیت کی بعض جہات جیسے ذوق و ہنر میں انسان اس لیے کمال حاصل کرے کہ خدا کا عبد بن جائے، سازگاری نہیں رکھتا۔ اگر دقت کی جائے تو ایک عبد اپنے مولیٰ کی رضایت اور خوشنودی کے لیے ذوق اور ہنر میں کمال حاصل کرتا ہے۔ انسان عبد پہلے بنتا ہے پھر اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لیے کوشش کرتا ہے۔ اگر عبد ہونے سے مراد یہ لی جائے کہ انسان اپنے ذوق و ہنر کو خدا کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق کمال تک لے

جائے تو ذوق و ہنر میں کمال حاصل کرنا ضروری نہیں چونکہ خدا نے تو نہیں کہا کہ ذوق و ہنر میں کمال حاصل کرو، پس کمال کس لیے؟ یہ سوال رہ جاتا ہے۔ کیا عبد بننے کے لیے ذوق و ہنر میں کمال حاصل کریں؟

لیکن اگر ذوق و ہنر میں کمال اس لیے حاصل کیا جائے کہ اس سے اللہ کی رضایت اور خوشنودی حاصل ہو۔ جب انسان اللہ کی رضا اور خوشنودی کی حاصل کرنے کی کوشش کرے گا تو پہلے اللہ کا عبد بنے گا پھر خوشنودی اور رضایت بھی اسے حاصل ہو جائے گی۔ البتہ مختلف توجیہات کے ساتھ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ انسان کا آخری ہدف عبد بننا ہے یا اللہ کا قرب و خوشنودی ہے۔ جن کا مفہوم جدا لیکن مصداق ایک ہی ہے۔ لیکن تعلیم و تربیت کا آخری ہدف خدا کا قرب و خوشنودی دوسرے بتائے گئے اہداف کی نسبت زیادہ سازگاری رکھتا ہے۔

مفہوم شناسی ہدف

اہداف، شاگردوں کی سمت اور مقصد کو متعین کرتے ہیں۔ انسان کی مختلف سرگرمیاں ہدف سے مربوط ہوتیں ہیں۔ "بنیادی طور پر، مقصد کے بغیر کوئی شعوری سرگرمی نہیں ہوتی، کیونکہ جب تک فاعل کو معلوم نہ ہو کہ وہ کس مقصد کی طرف بڑھ رہا ہے وہ درست قصد اور غرض نہیں رکھ سکتا۔ [3]

لغت میں ہدف

لغت میں ہدف کا مطلب ہر اونچی چیز جیسے عمارت، ٹیلہ اور پہاڑ کے ہیں۔ تقریباً مقصد کے معانی میں ہے۔ تیر اندازی کے نشانہ کو فارسی میں ہدف کہتے ہیں چونکہ اونچائی پر رکھا جاتا ہے۔ [4] لفظ ہدف کے مترادف الفاظ آخری، اختتام اور نہایت کے ہیں، اس فرق کے ساتھ کہ بعض اوقات یہ آخر اور اختتام خارج میں حقیقتاً موجود ہوتا ہے جیسے تیر اندازی میں نشانہ کو ہدف کہتے ہیں بعض دفعہ یہ آخر اور نہایت ذہنی ہوتا ہے، جیسے پھول کی خوشبو سونگنا انسان کی غرض، مقصد اور شوق ہو۔ [5]

فلسفہ کی اصطلاح میں ہدف

فلسفہ کی اصطلاح میں ہدف یا نہایت وہ چیز ہے جسے انسان ٹارگٹ بناتا ہے، یعنی انسان یہ فیصلہ کرتا ہے کہ اس کا آخر مقصد کیا ہے، مثال کے طور پر جب یہ کہا جاتا ہے، مجرم اپنا مقصد حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے جو کہ ایک بے گناہ کو قتل کرنا تھا۔ یہ ہدف وہ ہدف ہے جو ان کا مطلوبہ ہدف ہے۔ لیکن تعلیم و تربیت میں، ہدف یہ نہیں ہے کہ جسے لوگ انجام متعین ہیں بلکہ وہ ہے جہاں لوگوں کو پہنچنا چاہیے وہاں پہنچیں۔ [6]

تعلیم و تربیت کی اصطلاح میں ہدف

تعلیم و تربیت کی اصطلاح میں ہدف وہ نتیجہ ہے جو ماہرین اور منصوبہ سازوں کے نقطۂ نظر سے منصوبہ بندی کے ذریعہ مخصوص اعمال انجام دینے سے حاصل ہوتا ہے۔ ضروری نہیں کہ وہ نتائج/اہداف اساتذہ اور شاگردوں کے نقطۂ نظر

سے ہوں جنہیں تعلیمی اور تربیتی معاملہ کے نتائج کے طور پر حاصل کیا جائے، اہداف وہ ہیں جنہیں انسان کو حاصل کرنا چاہیے یعنی وہ چیزیں جو بلند مقام پر ہوں اور انسان کو چاہیے کہ ان کا پیچھا کرے اور ان کے حصول کے لیے کوشش کرے۔ ایسا عمل ہے جس کی منصوبہ بندی کی جا سکتی ہے، یہ اختیاری اور ارادہ کے ساتھ معین ہوتا ہے۔ [7]

اہداف کی انواع

1. آخری ہدف
2. درمیانی اہداف

1۔ آخری ہدف

وہ ہدف ہے، جس سے اوپر کوئی ہدف نہیں ہوتا جس تک انسان کو چاہیے پہنچے۔ تعلیم و تربیت میں وہ آخری ہدف اللہ کا قرب اور رضایت ہے۔ [8]

2۔ درمیانی اہداف

درمیانی اہداف وہ اہداف ہیں جو آخری مقصد نہیں ہیں، بلکہ ایک اعلیٰ مقصد کو حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں۔ مثلا تقویٰ اعلیٰ ہدف ہے، لیکن عدل و انصاف، تقویٰ تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اعۡدِلُواۡ هُوَ أَقۡرَبُ لِلتَّقۡوَىٰ وَاتَّقُواۡ اللّٰہَ (8:5) ترجمہ: "عدل کرو جو تقویٰ کے زیادہ قریب ہے! اور خدا کا تقویٰ اختیار کرو۔" مذکورہ آیت میں تقویٰ کو بڑا ہدف بتایا گیا ہے اور تقویٰ تک پہنچنے کے لیے ایک درمیانی ہدف بتایا گیا ہے وہ عدالت ہے۔ پس سارے اہداف ایک مقام اور مرتبہ کے نہیں ہیں۔ عدالت برقرار کرنا درمیانی ہدف ہے اور تقویٰ کا حصول اس سے بڑا ہدف ہے۔ وہ سارے اہداف جو آخری ہدف کو پانے کا ذریعہ ہوں انہیں درمیانی اہداف کہا جائے گا۔

درمیانی اہداف کی اقسام

درمیانی اہداف کو بھی تین قسموں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

1. الٰہی اہداف

وہ اہداف ہیں جن کا فائدہ آخرت سے مربوط ہے ممکن ہے کہ ظاہراً مادی لحاظ سے انسان کو ضرر نظر آئے لیکن شخص اللہ پر ایمان کی وجہ سے ان اہداف تک پہنچنے کی کوشش کرے گا۔ ان اہداف کو انسان فقط اللہ کے بتائے ہوئے حکم کی وجہ سے پانے کی کوشش کرتا ہے۔ ظاہراً ان اہداف میں اس کا کوئی ذاتی یا اجتماعی مفاد نہیں ہوتا۔

2. شخصی اہداف

یہ وہ اہداف ہیں جن کا فائدہ خود شخص کی ذات سے مربوط ہے، ممکن ہے ان اہداف سے اجتماع کو کوئی فائدہ نہ پہنچے

اور ممکن ہے ان اہداف کو ایک غیر مسلمان بھی حاصل کرنے کی کوشش کرے اور پالے۔

3. اجتماعی اہداف

یہ وہ اہداف ہیں جو معاشی تربیت کے نتیجے میں معاشرے کو پہنچتے ہیں، ان اہداف کے حصول میں ممکن ہے کہ ایک شخص کو انفرادی طور پر نقصان ہو۔ ان اہداف میں اجتماعی مفاد کو مد نظر رکھا جاتا ہے۔ جیسے مستحقین تک رسائی حاصل کرنا، معاشرے کی فلاح و بہبود، معاشرے کی تعمیر اور ترقی وغیرہ۔ اس تحقیق میں ہم فقط الٰہی اہداف کو زیر بحث لائیں گے۔

معاشی تربیت کے الٰہی اہداف

1. اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کی شناخت

انسان کی معاشی تربیت کا ایک بنیادی مقصد یہ ہے کہ انسان خدا کی طرف متوجہ ہو اور خدا کی ذات اور صفات کو پہچانے۔ قرآن میں اس مطلب کو بارہا بیان کیا گیا۔ وَ ما مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلاَّ عَلَى اللهِ رِزْقُها (6:11) ترجمہ: "۔۔۔ اور زمین پر کوئی چلنے والا جاندار نہیں مگر اس کی روزی اللہ پر ہے۔" قرآن میں اللہ نے انسان کی معاشی تربیت کے لیے یہ بھی بیان کیا کہ تم کسی کو رزق نہیں دیتے ہو، بلکہ سب کو اللہ رزق دیتا ہے۔ وَ جَعَلْنا لَكُمْ فيها مَعايِشَ وَ مَنْ لَسْتُمْ لَهُ بِرازِقينَ (20:15) ترجمہ: "۔۔۔ اور ہم نے اس میں تمہارے لیے روزی کے اسباب بنا دیے ہیں اور ان کے لیے بھی جنہیں تم رزق دینے والے نہیں ہو۔" خدا چاہتا ہے کہ انسانوں، جانوروں اور جانداروں کے بارے میں بیان کرے جنہیں انسان روزی نہیں دیتا بلکہ اللہ دیتا ہے۔[9]

قرآن میں انسان کی معاشی تربیت کے لیے اللہ تعالیٰ نے جہاں بھی دنیا کے مال و متاع کی بات کی ہے ان اموال اور متاع دنیا کو اللہ کی طرف نسبت دی ہے۔ سورہ بقرہ کی ۶۰ نمبر آیت میں فرمایا! كُلُوا وَ اشْرَبُوا مِنْ رِزْقِ اللهِ۔ اس آیت میں خداوند تعالیٰ نے گویا انسان کو یہ بتایا ہے کہ رازق اصلی خدا ہے۔ خداوند تعالیٰ بندوں کی مصلحت کے مطابق انسانوں کو رزق دیتا ہے۔ وَ اللهُ يَرْزُقُ مَنْ يَشاءُ بِغَيْرِ حِسابٍ (212:2) ترجمہ: "۔۔۔ اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔" رزق سے مراد فقط کھانے پینے کی چیزیں نہیں ہیں، بلکہ ہر وہ نعمت ہے جو جو اللہ بندوں کو عنایت کرتا ہے، چاہے اس دنیا کی نعمتیں ہوں جیسے عقل، ایمان، اخلاق، اعمال صالحہ، مال و دولت، اولاد، لمبی عمر، صحت و سلامتی، سعادت کی توفیق وغیرہ ہوں یا اور آخرت کی جسمانی اور روحانی نعمتیں ہوں۔

مَنْ يَشاءُ سے مراد یہ ہے کہ اللہ کی عنایات مشیّت، حکمت اور مصلحت کے مطابق ہے، جس میں خدا مصلحت دیکھتا ہے اسے دیتا ہے اور اس کی بنیادی شرط قابلیت ہے۔[10] اللہ نے جہاں اپنی رازقیت کا ذکر کیا وہاں اپنی دوسری صفات بھی بیان کیں تاکہ انسان انہیں پہچانے۔ إِنَّ اللهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتين (58:51) ترجمہ: "بے شک

اللہ تعالیٰ ہی بڑا روزی دینے والا زبردست طاقت والا ہے۔" جس سے یہ نتیجہ لیا جا سکتا ہے کہ قرآن کی رو سے انسان کی معاشی تربیت کا مقصد یہ ہے کہ انسان اللہ کی صفات اور ذات کی خوب شناخت حاصل کرے۔

2. معاشی آزمائش میں صبر

اللہ تعالیٰ ہر شخص کو مختلف طریقوں سے آزماتا ہے۔ زیادہ تر انسان کی معاشی آزمائش ہوتی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَ اعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَاۤ اَمۡوَالُکُمۡ وَ اَوۡلَادُکُمۡ فِتۡنَۃٌ ۔۔۔ (28:8) ترجمہ: "اور جان لو کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد تو آزمائش ہیں۔" جس طرح مالی نقصان آزمائش ہے، اسی طرح دولت کی فراوانی بھی آزمائش ہے۔ اس آزمائش میں وہی کامیاب ہوگا جو دینی معاشی تربیت سے بہرہ مند ہوگا۔ وَ لَنَبۡلُوَنَّکُمۡ بِشَیۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ وَ الۡجُوۡعِ وَ نَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ وَ الۡاَنۡفُسِ وَ الثَّمَرٰتِ ؕ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِیۡنَ (155:2) ترجمہ: "اور ہم تمہیں کچھ خوف سے اور بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے ضرور آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دو۔" وَ لَنَبۡلُوَنَّکُمۡ بلا یبلو سے ہے جس کا مطلب اختیار اور شدّت، سختی اور نرمی میں آزمائش میں ڈالنا ہے۔[11] بِشَیۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ شیئی، میں مِنۡ کے ذریعے ہر قسم کے خوف کو بیان کیا ہے۔ خوف، اور اس میں اس کی وہ تمام قسمیں شامل ہیں جن پر آفات کا عنوان لاگو ہوتا ہے، جیسے نعمتوں کے ضائع ہونے کا خوف، آفات کا خوف، ظالموں اور جابروں کا خوف، اور اس طرح کے دیگر خوف۔ لیکن کچھ خوف ممدوح ہیں جیسے خدا کا خوف اور برے انجام اور خدا کے گناہ اور عذاب کا خوف اس بحث سے خارج ہے۔[12] معاشی تربیت کے نتیجہ میں انسان پر جو بھی مصیبت آئے گی از جملہ معاشی مصیبت وہ اسے خدا کی طرف پلٹا دے گا۔ الَّذِیۡنَ اِذَاۤ اَصَابَتۡہُمۡ مُّصِیۡبَۃٌ ۙ قَالُوۡۤا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ (156:2) ترجمہ: "جب انہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں: ہم تو اللہ ہی کے لیے ہیں اور ہمیں اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔"

پس معاشی تربیت کے مبنا کے مطابق اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کی آزمائش لینی ہے اور اس آزمائش میں کامیابی اسے ہی ملے گی جو دینی معاشی تربیت سے بہرہ مند ہوگا۔ وہ یہ عقیدہ رکھتا ہوگا کہ مال کی تنگی اور فراوانی اللہ تعالیٰ کی دین ہے۔ وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے اپنے آپ کو جوڑ کر رکھے۔ معاشی تربیت کا ایک ہدف یہی ہے کہ متربّی اللہ کی آزمائش سے آگاہ ہو اور آگاہی کے ساتھ اس آزمائش میں کامیاب ہو جائے۔

3. خدا کی نسبت فقر کا احساس ایجاد کرنا

معاشی تربیت کا ایک مقصد یہ ہے کہ انسان ہمیشہ خود کو خدا کا محتاج سمجھے۔ جو کچھ بھی اس کے پاس ہے اسے خدا کی عطا اور لطف سمجھے نہ اپنی قابلیت اور محنت کا نتیجہ سمجھے۔ اگر انسان ایسا تصور نہیں کرے گا تو جب بھی مالدار ہوگا طغیان کرے گا، زمین میں فساد برپا کرے۔ کَلَّاۤ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَیَطۡغٰۤیO اَنۡ رَّاٰہُ اسۡتَغۡنٰی (96: 6، 7)

ترجمہ: "ہر گز ایسا نہیں، بے شک آدمی سر کشی کرتا ہے جب اپنے آپ کو غنی سمجھتا ہے۔"

انسان کی اس طغیان گری اور فساد کی جڑ یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو خدا سے بے نیاز سمجھتا ہے۔ انسان اور کوئی بھی دوسری مخلوق کبھی بھی اللہ تعالیٰ سے غنی نہیں ہو سکتی بلکہ ہمیشہ مخلوق خدا کے فضل و کرم کی محتاج رہتی ہے اور اگر اس کے فضل میں ایک لمحے کے لیے بھی خلل پڑتا ہے تو یہ ساری مخلوق اسی لمحے فنا ہو جائے گی، لیکن انسان کبھی یہ سوچ لیتا ہے کہ وہ بے نیاز ہے۔[13]

معاشی تربیت کا ایک ہدف یہی ہے کہ فرد کے اندر اس احساس کو زندہ کرے کہ وہ ہمیشہ خدا کا محتاج ہے اور خدا سے غنی نہیں ہے۔ یا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللهِ وَ اللهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيد (15:35) ترجمہ: "اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج ہو اور اللہ بے نیاز تعریف کیا ہوا ہے۔" یا أَيُّهَا النَّاسُ میں خطاب عام ہے۔ یہ خطاب تمام انسانوں، بادشاہوں، طاقت ور لوگوں، امیروں، غریبوں اور بھیکاریوں سب کو شامل ہے۔[14] اس آیت میں "فقراء" کا کلمہ بطور معرفہ آیا ہے۔ اس میں خدا یہ سمجھانا چاہتا ہے کہ تم سب لوگ شدّت کے ساتھ اللہ کے محتاج ہو، اگر فقراء کو نکرا لایا جاتا تو اس سے مراد یہ ہوتی کہ آپ بعض امور میں فقرا ہیں۔[15]

خدا وند تعالیٰ نے قرآن میں قارون کو مثال کے طور پر بیان ہے جس کو اللہ نے بہت زیادہ مال و متاع دیا ہوا تھا وہ گمان کرتا تھا کہ یہ مال و متاع اس کی ذاتی قابلیت کا نتیجہ ہے، قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ عِندِي (78:28) ترجمہ: "قارون نے کہا! مجھ کو یہ سب کچھ اس علم کی وجہ سے ملا ہے جو میرے پاس ہے۔" اس کے جواب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: أَوَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ اللهَ قَدْ أَهْلَكَ مِن قَبْلِهِ مِنَ الْقُرُونِ مَنْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَأَكْثَرُ جَمْعًا (78:28) ترجمہ: "اسے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے پہلے گذشتہ قوموں میں سے ایسے لوگوں کو ہلاک کر چکا ہے جو قوت میں اس سے زیادہ اور مال جمع کرنے میں اس سے بڑھ کر تھے۔"

خلاصہ یہ کہ انسان کی معاشی تربیت کا ایک ہدف یہی ہے کہ انسان کبھی بھی یہ گمان نہ کرے کہ جو کچھ بھی اس کے پاس ہے وہ اس کی قابلیت اور محنت کا نتیجہ ہے بلکہ انسان کی قابلیت اور محنت وسیلہ بنی کہ اللہ تعالیٰ اپنا لطف اور کرم کرے۔ خدا تعالیٰ کے قانون کے مطابق جو محنت کرتا ہے خدا اسے اس کا ثمرہ دیتا ہے۔ بہت زیادہ قابل اور محنتی افراد ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ مال و متاع سے نہیں نوازتا۔ بہت زیادہ انسان ایسے بھی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ بغیر قابلیت اور محنت کے بھی مال و متاع دے دیتا ہے۔

4. اللہ تعالیٰ کی نسبت حُسنِ ظَنّ پیدا کرنا

ظَنّ کا مطلب کبھی خیال اور گمان اور کبھی یقین ہوتا ہے۔ یہاں حُسنِ ظَنّ کے معنی یقین کے نہیں ہیں، بلکہ خدا کی طرف نیک اور اچھا گمان یا خیال کرنا ہے۔ معاشی تربیت کے مبانی کے مطابق اللہ تعالیٰ ہر شخص کو آزمائے گا۔

اگر انسان کی دینی معاشی تربیت نہ ہو تو وہ خدا کی نسبت بدگمان ہو سکتا ہے، یہ اللہ کی سنتوں میں سے ہے کہ وہ ہر انسان کی معاشی آزمائش کرتا ہے کسی کو رزق دے کر آزماتا ہے اور کسی سے رزق لے کر آزماتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ انسان کو رزق دیتا ہے تو معمولاً انسان یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر کرم کیا ہے۔ فَأَمَّا الْإِنسَانُ إِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَكْرَمَنِ (15:89) ترجمہ: "لیکن انسان تو ایسا ہے کہ جب اسے اس کا ربّ اسے آزماتا ہے پھر اسے عزت اور نعمت دیتا ہے تو پھر یہ انسان کہتا ہے کہ میرے ربّ نے مجھے عزت بخشی ہے۔" لیکن جب خداوند تعالیٰ رزق میں تنگی کرتا ہے تو اگر انسان کی اگر معاشی تربیت نہ ہو تو انسان کہتا ہے کہ میرے ربّ نے مجھے ذلیل کر دیا: وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ (16:89) ترجمہ: "لیکن جب اللہ تعالیٰ اسے آزماتا ہے پھر اس پر اس کی روزی کو تنگ کرتا ہے تو یہ انسان کہتا ہے میرے ربّ نے میری توہین کی ہے۔"

ربّی اهاننِ سے مراد: أذلّنی بالفقر، و لم یشکر الله علی ما أعطاه من سلامة الجوارح و رزقه من العافیة و الصحّة۔[16] ترجمہ: "فقر سے ذلیل کرنا ہے اور جو کچھ اللہ نے اسے عطا کیا ہوا ہے جن میں سے بدن اور جسمانی اعضاء کی صحت و سلامتی، کا شکر ادا نہیں کرتا۔" قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، جب ہم انسان کو نعمتیں عطا کرنے کے بعد ان سے نعمات چھینتے ہیں تو وہ ناامید ہو جاتا ہے۔ وَ لَئِنْ أَذَقْنَا الْإِنْسانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْناها مِنْهُ إِنَّهُ لَيَؤُسٌ كَفُورٌ (9:11) ترجمہ: "اور اگر ہم انسان کو اپنی رحمت کا مزہ چکھا کر پھر اس سے چھین لیتے ہیں بے شک وہ ناامید ہونے والا اور ناشکرا ہو جاتا ہے۔" خدا کی نسبت یہ بدگمانی انسان کو ہلاک کر دیتی ہے۔ وَ ذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِي ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ أَرْداكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ مِنَ الْخاسِرِينَ (23:41) ترجمہ: "اور تمہارے اسی ظن (خیال/گمان) نے جو تم نے اپنے ربّ کے حق میں کیا تھا تمہیں برباد کیا پھر تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگئے۔"

پس معاشی تربیت کا ایک مقصد یہ ہے کہ انسان تنگی یا کشائش رزق ہر حال میں خدا کی نسبت اچھا گمان رکھے یہ اس کا اعتقاد ہونا چاہیے کہ جو خدا کر رہا ہے وہی اس کے لیے بہتر ہے۔

5. خلوص پیدا کرنا

خلوص کا مطلب، خالص کرنا، پاک کرنا اور چننا ہے۔[17] خالص اس چیز کو کہا جاتا ہے جس میں بالکل بھی ملاوٹ نہ ہو۔ اصطلاح میں اخلاص کا مطلب یہ ہے کہ انسان خدا کے علاوہ کسی اور چیز سے بری ہو جائے۔[18] یہاں اخلاص سے مراد یہ ہے کہ متربّی معاشیات کے میدان میں جو بھی کام (انفاق، فضل، احسان، زکواۃ، خمس وغیرہ) انجام دے وہ فقط خدا کے لیے دے۔ مخلص ہونے کی صفت بہت اہم ہے، قرآنی آیات کی روشنی میں ابلیس نے بھی یہ اقرار کیا کہ وہ مخلص کو گمراہ نہیں کر سکے گا۔ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ

(82:38، 83) ترجمہ: "اس نے کہا! تیری عزت کی قسم میں ان سب کے سب کو گمراہ کر دوں گا مگر تیرے ان بندوں کے جو تیرے خالص بندے ہوں گے۔"

جالب ہے کہ مشرکین بھی یہ کہتے تھے کہ اگر ہمارے پاس کوئی ذکر آتا تو ہم بھی مخلص بندے ہوتے۔ وَ إِنْ كانُوا لَيَقُولُونَ لَوْ أَنَّ عِنْدَنا ذِكْراً مِنَ الْأَوَّلِينَ لَكُنَّا عِبادَ اللهِ الْمُخْلَصِين (37: 169-167) ترجمہ: "اور وہ تو کہا کرتے تھے، اگر ہمارے پاس پہلے لوگوں کا کوئی ذکر (کتاب) ہوتا تو ہم حتماً اللہ کے خالص بندے ہوتے۔" معاشی تربیت کا ایک ہدف انسان کے اندر خلوص ایجاد کرنا ہے۔ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَـهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (2:265) ترجمہ: "اور ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال کو اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے اور اپنے دلوں کو مضبوط کرکے خرچ کرتے ہیں ایسی ہے جس طرح بلند زمین پر ایک باغ ہو اس پر زور کا مینہ برسا تو وہ باغ اپنا پھل دوگنا لایا، اور اگر اس پر مینہ نہ برسایا تو شبنم ہی کافی ہے اور اللہ آپ کے کاموں کو خوب دیکھنے والا ہے۔" معاشی تربیت کا ایک ہدف یہ ہے کہ انسان اس مقام تک پہنچ جائے کہ جو بھی معاشی کام کرے وہ اللہ تعالیٰ کے لیے کرے۔ اس کا انفاق، حج، زکواۃ دینے سے آخری ہدف خدا کی رضایت جلب کرنا ہو۔

6. خدا کا شکر گزار بندہ بنانا

شکر، نعمتوں کو یاد کرنا اور اس کا اظہار کرنا ہے یہ اظہار واضح اور روشن ہونا چاہیے۔ کہا گیا ہے کہ یہ کشر یعنی کشف سے بدلا ہے۔ اس کی ضد کفر ہے۔ کفر سے مراد نعمتوں کو بھول جانا اور چھپانا ہے۔ شکر کے بارے میں مفردات کی عین عبارت یہ ہے۔ الشُّكْرُ: تصوّر النّعمة وإظهارها، قيل: وهو مقلوب عن الكشر، أي: الكشف، ويضادّه الكفر، وهو: نسيان النّعمة وسترها، ودابّة شكور: مظهرة بسمنها إسداء صاحبها إليها، وقيل: أصله من عين شكرى، أي: ممتلئة، فَالشُّكْرُ على هذا هو الامتلاء من ذكر المنعم عليه.[19] شکر گزار جانور، اپنے مالک کے لیے موٹاپے کے ساتھ شکر گزاری کو ظاہر کرتا ہے اور کہا گیا ہے، میرے شکر یہی ہے۔۔۔۔

شکر کی تین اقسام ہیں۔

1. **شکر قلبی**؛ نعمت کو یاد کرنا اور اس کا اظہار ہے۔
2. **شکر لسانی**؛ شکر لسانی یہ ہے کہ جس نے نعمت دی ہے اس کی مدح کرنا۔
3. **شکر عملی**؛ شکر عملی یہ ہے کہ اپنی قدرت کے مطابق کا بدلہ دینا۔[20]

خداوند تعالیٰ نے بہت سی آیات میں اپنی نعمتیں دینے کا ہدف یہ بیان کیا ہے کہ انسان شکر کرے۔ جیسا ارشاد باری تعالیٰ ہے: اَللّٰہُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَکُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِیَ الْفُلْكُ فِيْهِ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (12:45) ترجمہ: "اللہ ہی ہے جس نے سمندر کو تمہارے لیے تسخیر کر دیا تاکہ اس میں اس کے حکم سے کشتیاں چلیں اور تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور شاید تم اس کا شکرادا کرو۔" اسی طرح فرمایا: یا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّباتِ ما رَزَقْناكُمْ وَ اشْكُرُوا لِلّٰهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ (172:2) ترجمہ: "اے ایمان والو پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں عطا کیں ہیں اور اللہ کا شکر کرو اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو۔" مِنْ طَيِّباتِ ما رَزَقْناكُمْ میں من کی تبعیضیہ ہے اس کی تعبیر اس لیے ہے کہ تمام پاکیزہ چیزیں جتنی چاہو کھاؤ اور وہ تمہیں دستیاب ہیں اور طیبات کی تعبیر فضل اور احسان ہے جس میں کہا گیا ہے کہ ہم نے حکمت اور مصلحت کے مطابق تمہارے کھانے پینے کی چیزوں کو طیّب اور پاکیزہ بنایا تاکہ آپ ان سے لطف اندوز ہو سکیں اور نعمتیں دینے والے کا شکرادا کریں۔

اسی طرح ایک دوسری آیت میں فرمایا: وَهُوَ الَّذِی سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَأْكُلُواْ مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُواْ مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيهِ وَلِتَبْتَغُواْ مِن فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (14:16) ترجمہ: "اور وہ وہی ہے جس نے دریا کو تسخیر کر دیا تاکہ تم اس میں سے تازہ گوشت کھاؤ اور اس سے زیور نکالو جسے تم پہنتے ہو اور تو اس میں کشتیوں کو دیکھتا ہے کہ پانی کو چیرتے ہوئے چلے جاتے ہیں اور تاکہ تم اُس کے فضل کو تلاش کرو اور شاید تم شکر کرو۔"

قرآنی تعلیمات کے مطابق انسان کو نعمتیں دینے کا ایک ہدف یہی ہے کہ انسان اللہ کا شکرادا کرے۔ اس ہدف کو اللہ تعالیٰ نے مختلف آیات میں بیان کیا ہے۔ عقلا اور اخلاقا بھی منعم کا شکر ادا کرنا واجب ہے لیکن چونکہ انسان کی طبیعت میں ہے کہ انسان ناشکرا ہے اس لیے انسان کی تربیت کی ضرورت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرے۔ تربیت انسان کو سکھاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر کیسے ادا کرے۔؟

4. متقی بنانا

تقویٰ اتقاء سے ہے اس میں دونوں معانی محفوظ رکھنا اور پرہیز کرنا کے ہیں۔ راغب اصفہانی کہتے ہیں کہ حقیقت تقویٰ یہ ہے کہ انسان کا اپنے آپ کو کسی ایسی چیز سے بچانا اور محفوظ کرنا ہے جس کا خوف ہو۔ پھر تقویٰ کو خوف اور خوف کو تقویٰ کہتے ہیں۔[21]

پس اصطلاح میں تقویٰ کی دو جہتیں ہیں۔ واجبات ادا کرنا اور محرمات کو ترک کرنا۔ جو برائیوں سے بچتا ہے اور اپنی اصلاح کرتا ہے ان کے لیے نہ کوئی خوف ہے نہ کوئی غم۔ فَمَنِ اتَّقى وَ أَصْلَحَ فَلا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لا هُمْ يَحْزَنُونَ (35:7) ترجمہ: "پھر جو شخص ڈرے گا اور اصلاح کرے گا ایسوں پر کوئی خوف نہ ہو گا اور نہ وہ غم کھائیں گے۔"

متقی، تقویٰ سے مشتق ہے۔ جس کا مادہ (و ق ی) ہے۔ وقایہ و وقاء شئی کو اذیت اور ضرر سے محفوظ رکھنا ہے۔ وقایہ قرآن میں دو معنی میں استعمال ہوا ہے۔

۱۔ خدا نے ہمیں محفوظ رکھا

خدا نے ہم پر احسان کیا ہے اور ہمیں پکے عذاب سے محفوظ رکھا: فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيۡنا وَ وَقانا عَذابَ السَّمُومِ (27:52) ترجمہ: "پس اللہ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں لو کے عذاب سے بچا لیا۔" ہمارے گناہوں کو بخشا اور آتش جہنم سے محفوظ کیا۔ فَاغۡفِرۡ لَنا ذُنُوبَنا وَ قِنا عَذابَ النّارِ (16:3) ترجمہ: "وہ جو کہتے ہیں اے ہمارے ربّ! ہم ایمان لائے ہیں سو ہمارے گناہ بخش دے اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا لے۔"

۲۔ پرہیز کرنا

جو افراد اپنے نفس کو بخل سے محفوظ رکھیں گے وہ نجات پانے والے ہیں: وَ مَنۡ يُوقَ شُحَّ نَفۡسِهِ فَأُولٰئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُونَ (9:59) ترجمہ: "اور جسے اپنے نفس کے لالچ سے بچایا جائے پس وہی لوگ کامیاب ہیں۔" بعض آیات میں انسان کی خلقت کا ہدف تقویٰ بتایا ہے۔ یا أَيُّهَا النّاسُ اعۡبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذي خَلَقَكُمۡ وَ الَّذينَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُون (21:2) ترجمہ: "اے لوگو! اپنے اس ربّ کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا اور انہیں پیدا کیا جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ۔" قرآن کی اس آیات کے مطابق عبادت کا ہدف بھی تقویٰ بیان کیا گیا ہے۔ بعض آیات میں مقام تقویٰ تک پہنچنے کی جو روشیں بیان کی گئی ہیں وہ معاشی تربیت سے مربوط ہیں۔ لَنۡ تَنالُوا الۡبِرَّ حَتّٰى تُنۡفِقُوا مِمّا تُحِبُّونَ (92:3) ترجمہ: "ہرگز نیکی میں کمال حاصل نہ کرسکو گے یہاں تک کہ اپنی اس چیز کو خرچ کرو جسے تم سب سے زیادہ پسند کرتے ہو۔"

"بِرّ" کا اصل معنی وسعت ہے اور اسی وجہ سے وسیع صحراؤں کو "بَر" (ب پر فتح کے ساتھ) کہتے ہیں اور اسی وجہ سے نیک کاموں کو جن کے نتائج وسیع ہوں اور دوسروں تک پہنچیں، "بِرّ" (ب پر کسرہ) کہتے ہیں، "بِرّ" اور "خَیر" میں فرق یہ ہے کہ "بِرّ" توجہ اختیار اور ارادہ کے ساتھ ہے لیکن "خَیر" عام ہے اور ہر قسم کی نیکی کو شامل ہے اگرچہ بغیر توجہ اور اختیار کے ہو۔ آیت میں مذکور "بِرّ" سے کیا مراد ہے؟ مفسرین نے مختلف مطالب بیان کیے ہیں بعض نے اس سے جنت مراد لی ہے اور بعض نے کفایت پرہیزکاری اور تقویٰ اور بعض نے جزائے خیر کا معنی لیا ہے۔ لیکن قرآن کی آیات کی روشنی میں اس کا معنی وسیع ہے اس سے مراد تمام نیک اعمال ایمان اور پاکیزہ اعمال سب شامل ہیں۔[22]

جیسا کہ سورہ بقرہ کی آیت نمبر 177 میں بیان کیا گیا ہے کہ "خدا اور روز جزا اور انبیاء پر ایمان، اور ضرورت مندوں کی مدد کرنا، نماز اور روزہ رکھنا، اور عہد کی پاسداری کرنا، اور مشکلات اور حادثات میں ثابت قدم رہنا

سب بِرّ میں شامل ہیں۔ لَّيْسَ الْبِرَّ أَن تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا ۖ وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ ۗ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ (2:177) ترجمہ: "یہی نیکی نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیر لو بلکہ نیکی تو یہ ہے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لائے اور فرشتوں اور کتابوں اور نبیوں پر، اور اس کی محبت میں رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور سوال کرنے والوں کو اور گردنوں کے چھڑانے میں مال دے، اور نماز پڑھے اور زکوۃ دے، اور جو اپنے عہدوں کو پورا کرنے والے ہیں جب وہ عہد کر لیں، اور تنگدستی میں اور بیماری میں اور لڑائی کے وقت صبر کرنے والے ہیں، یہی سچے لوگ ہیں اور یہی پرہیزگار ہیں۔"

مذکورہ بالا آیت کے مطابق، متقی وہی لوگ ہیں جو دینی معاشی تربیت سے بہرہ ہوتے ہیں۔ انسان متقی اپنی معاشیات کو ایسے قرار دے جیسے خدا چاہتا ہے۔ یتیموں، مسکینوں، رشتہ داروں مسافروں پر ایسے مال خرچ کرے، جیسے خدا چاہتا ہے۔ معاشی تربیت کا ایک ہدف انسان کو متقی بنانا ہے۔ متقی سے مراد یہ ہے کہ انسان معاشات کے میدان میں اپنے واجبات زکواۃ، خمس اور حج وغیرہ ادا کرے اور حرام کاموں پر اپنا مال خرچ کرنے سے اجتناب کرے۔

5. تمام اموال کو خدا کی راہ میں قرار دینا

معاشی تربیت کا ایک اہم ہدف یہ ہے کہ متربّی کے پاس جو کچھ بھی ہے اسے وہ اللہ کی طرف سے عطا سمجھے۔ وَ لَهُ ما فِي السَّماواتِ وَ الْأَرْض...... وَ ما بِكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ فَمِنَ اللهِ (16: 53-54) ترجمہ: "اور اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔۔۔۔ اور تمہارے پاس جو نعمت بھی ہے سو اللہ کی طرف سے ہے۔" جو کچھ بھی وہ خرچ کرے یہ نہ سمجھے کہ اپنے مال سے خرچ کر رہا ہے بلکہ وہ یہی سمجھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مال سے خرچ کر رہا ہے۔ وَ آتُوهُمْ مِنْ مالِ اللهِ الَّذي آتاكُم (33:24) ترجمہ: "اور انہیں اللہ کے مال میں سے دو جو اس نے تمہیں دیا ہے۔" يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ (2:254) ترجمہ: "اے وہ لوگو جو ایمان والو! جو ہم نے تمہیں رزق دیا ہے اس میں سے خرچ کرو۔"

معاشی تربیت کا مقصد یہ ہے کہ انسان اپنے تمام اموال کو خدا کی راہ میں خرچ کرنے کو ضرر نہ سمجھے۔ اپنی ذات پر بھی دل کھول کر خرچ کرے اپنی ضروریات بھی پوری کرے لیکن خود پر ایسے خرچ کرے جیسے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ اپنی تمام جسمانی اور روحی ضروریات کو پورا کرے۔ انسان اپنی دنیا اور آخرت میں توازن برقرار رکھے،

بلاوجہ خود کو ضرر میں نہ ڈالے جیسے مثلاً اس پر حج واجب نہ ہوا ہو اور مال بھی اتنا ہو کہ حج پر جانے کی وجہ سے اس کی زندگی اور کاروبار ڈوب سکتا ہو تو حج انجام نہ دے۔ اپنی ضروریات کو پورا کرے۔

پس معاشی تربیت کا ہدف یہ ہے کہ متربّی اپنے تمام اموال کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایسے مصرف کرے کہ خدا اس سے راضی ہو۔ اپنی ضروریات کو بھی ایسے پورا کرے جیسے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔

نتیجہ

انسان کی معاشی تربیت کے کچھ اہداف ایسے ہیں جن کا خود شخص کو فائدہ پہنچتا ہے۔ معاشی تربیت کے نتیجے میں اپنی زندگی اطمینان قلب سے گزارتا ہے، وہ قناعت، صبر، اپنی سعی اور کوشش وغیرہ سے اپنی ضروریات کو بہتر انداز میں پورا کرتا ہے اور ہمیشہ امیدوار رہتا ہے۔ انسان کی ذات سے ہٹ کر معاشی تربیت کے بعض مقاصد اجتماعی ہیں جن کا فائدہ معاشرے کو پہنچتا ہے ممکن ہے بعض موارد میں انسان کے شخصی مفاد کو ٹھیس پہنچے، جیسے معاشرے میں امیر لوگ معاشرے کی فلاح و بہبود پر خرچ کرنے کے ساتھ ساتھ مستحقین تک رسائی حاصل کرتے ہیں، اسی تربیت کی وجہ سے امیر لوگ طغیان، سرکشی، تکبر اور دوسروں کا استحصال نہیں کرتے ہیں۔

بعض اہداف ان سے زیادہ مہم ہیں جو فقط دینی تربیت کے اندر پوشیدہ ہیں وہ اہداف الہیٰ ہیں۔ الٰہی اہداف انفرادی اور اجتماعی اہداف حاصل کرنے میں زیادہ معاون ہیں۔ ان اہداف کا تعلق ایمان بالغیب یعنی اللہ، انبیاء اور آخرت پر ایمان سے ہے۔ ان کا فائدہ یہ ہے کہ ان اہداف کے پیش نظر فرد مستحقین کی مدد کرنے میں اپنا نقصان نہیں سمجھے گا۔ معاشرے میں غریبوں، فقیروں پر خصوصی توجہ دی جائے گی، امیروں اور غریبوں کا فرق کم ہو جائے گا۔ خدا کی خاطر غریبوں، امیروں سب کا معاشرے میں احترام ہو گا۔ اخلاقی اقدار باقی رہیں گے، انسانیت زندہ رہے گی۔ الٰہی اہداف کے پیشِ نظر انسان خود اپنے ساتھ ساتھ معاشرے کو بھی آگے لے کر جائے گا اور دنیا کے ساتھ ساتھ اپنی آخرت کا ذخیرہ بھی جمع کر لیتا ہے۔

معاشی تربیت کے نتیجے میں جو اہداف حاصل ہوتے ہیں وہ یہ ہیں، اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کی شناخت شناخت حاصل ہوتی ہے انسان خود کو ہمیشہ خدا سے وابستہ کرتا ہے، جب اللہ تعالیٰ انسان کی معاشی آزمائش لیتا ہے چاہے مال کر لے یا مال لے کر ہر دو صورتوں میں کامیاب ہوتا ہے، ہمیشہ خود کو اللہ تعالیٰ کا محتاج سمجھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نسبت بدگمان نہیں ہوتا، ہر کام خلوص کے ساتھ انجام دیتا ہے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں پر شکر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا متقی بندہ بننے کی کوشش کرتا ہے بالآخر اس تقویٰ کی وجہ اپنی پوری معاشی زندگی کو اللہ تعالیٰ کے فرامین کے مطابق لے آتا ہے۔

*****

References

1. A group of writers, *Philsafa Tahleem wa Tarbiyat*, (Tehran, Burhan School Cultural Institute, 1391 SH), 212-215.

گروہی از نویسندگان، *فلسفہ تعلیم وتربیت*، (تہران، موسسہ فرہنگی مدرسہ برہان، 1391ہ.ش)، 212-215۔

2. Dr. Khosrow, Bagheri, *Nagai Dobara ba Tarbiyat Islami*, Vol. 1, (Tehran, Burhan School Cultural Institute, 1389 SH), 53.

ڈاکٹر خسرو، باقری، *نگاہی دوبارہ بہ تربیت اسلامی*، ج ا، (تہران، موسسہ فرہنگی مدرسہ برہان، 1389ہ.ش)، 53۔

3. Ali Raza, Arafi, *Fiqh Tarbiati*, Vol. 1, (Qom, Intasharat Mowsa Farangi Hunri Eshraq wa Irfan, 1391 SH), 152.

علی رضا، اعرافی، *فقہ تربیتي*، ج1، (قم، انتشارات موسسہ فرہنگی ہنری اشراق وعرفان 1391ہ۔ش)، 152۔

4. Muhammad Ibn Makram, Ibn Manzoor, *Lasan al-Arab*, Vol. 9, (Beirut, Dar al-Fakr Lal-Tafta va-Nashar va al-Tawzii-Dar Sadir, 1414 AH), 345; Ismail bin Hammad, Johari, *Al-Sahah*, Taj al-Lagha wa Sahah al-Arabiya, Vol. 4, (Beirut, Dar al-Alam LilMillaions, 1410 AH), 422, Khalil bin Ahmad, Farahidi, *Kitab Al-Ain*, Vol. 4, (Qom, Nashar Hijrat, 1410 AH), 28-29.

محمد بن مکرم، ابن منظور، *لسان العرب*، ج 9، (بیروت، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع-دار صادر، 1414ہق)، 345۔

اسماعیل بن حماد، جوہری، *الصحاح*، تاج اللغۃ وصحاح العربیۃ، ج 4، (بیروت، دار العلم للملایین، 1410ہ۔ق)، 422، خلیل

بن احمد، فراہیدی، *کتاب العین*، ج4، (قم، نشر ہجرت، 1410 ہ۔ق)، 28-29۔

5. Arafi, *Fiqh Tarbiati*, 152.

اعرافی، *فقہ تربیتي*، 152۔

6. A group of writers, *Philspha Tahleem wa Tarbiyat*, (Tehran, Burhan School Cultural Institute, 1391 SH), 214.

گروہی از نویسندگان، *فلسفہ تعلیم وتربیت*، (تہران، موسسہ فرہنگی مدرسہ برہان، 1391ہ.ش)، 214۔

7. Ibid, 214.

ایضاً، 214۔

8. Ibid, 212-215.

ایضاً، 212-215۔

9. Nasir Makarem, Shirazi, *Tafsir e Namona*, Vol. 11, (Tehran, Dar al-Kutub al-Islamiya, 1374 SH.), 55.

ناصر مکارم، شیرازی، تفسیر نمونہ، ج11، (تہران، دار الکتب الاسلامیۃ، 1374ھ.ش)، 55۔

10. Syed Abdul Hussain, Tayyab, *Tayyab Al-Bayan fi Tafsir al-Qur'an*, Vol. 2, (Qom, Intasharat Islam, 1378 SH), 395.

سید عبد الحسین، طیب، اطیب البیان فی تفسیر القرآن، ج2، (قم، انتشارات اسلام، سال1378ھ.ش)، 395۔

11. Ibid, Vol 2, 255.

ایضاً، ج2، 255۔

12. Ibid.

ایضاً۔

13. Shirazi, *Tafsir e Namona*, Vol. 27, 164.

شیرازی، تفسیر نمونہ، ج27، 164۔

14. Tayyab, *Tayyab Al-Bayan fi Tafsir al-Qur'an*, Vol. 11, 17.

طیب، اطیب البیان فی تفسیر القرآن، ج 11، 17۔

15. Mutrajman, Tarjma Tafsir Jawmia Al-Jamia, Vol. 5, (Mashhad, Bunyat wa Pasro Hashai Islami Astan Quds Razvi, 1377 SH), 213.

مترجمان، ترجمہ تفسیر جوامع الجامع، ج5، (مشہد، بنیاد پژوہشای اسلامی آستان قدس رضوی، 1377ھ.ش)، 213۔

16. Abu Ishaq Ahmad Ibn Ibrahim, Saalabi Neishaburi, *Al-Kashaf wa al-Bayan An Tafsir al-Qur'an*, Vol. 10, (Qom, Dar Ihiya, 1422 AH), 201.

ابو اسحاق احمد بن ابراہیم، ثعلبی نیشابوری، الکشف والبیان عن تفسیر القرآن، ج10، (قم، دار احیاء، 1422ھ.ق)، 201۔

17. Ibn Manzoor, *Lasan ul-Arab*, Vol. 3, 73. 174; Fakhr-u-din, Tureihi, Majmae-ol-Bahrain, Vol. 4, (Tehran, Mortazavi, 1375 SH.), Mada Khalas, 168-169.

ابن منظور، لسان العرب، ج3، 73-174؛ فخر الدین، طریحی، مجمع البحرین، ج4، (تہران، مرتضوی، 1375ھ۔ش)، مادہ خلص، 168-169۔

18. Hussain bn Muhammad, Raghab Esfahani, *Muferdad Al-faaz Al-Qur'an*, (Tehran, Dar-ul-Al-Dar al-Shamiya, 1412 AH), 293.

حسین بن محمد، راغب اصفہانی، مفردات الفاظ القرآن، (تہران، دار العلم-الدار الشامیۃ، 1412ھ-ق)، 293۔

19. Ibid, 461.

ایضاً، 461۔

20. Ibid.

ایضاً۔

21. Syed Ali Akbar, Qurshi, *Qamoos Qur'an*, Vol. 7, (Qom, Daral Kutab Al-Islamiyaat, 1412 AH), 236.

سید علی اکبر، قرشی، *قاموس قرآن*، ج 7، (قم، دار الکتب الاسلامیۃ، 1412ھ.ق)، 236۔

22. Shirazi, *Tafsir e Namona*, Vol. 3, 3.

شیرازی، *تفسیر نمونہ*، ج 3، 3۔

امامیہ سیاسی فقہ کے مختلف اَدوار اور تاریخ کا جائزہ

A Review of Different Periods and History of Imamiyyah Political Jurisprudence

Open Access Journal
Qtly. Noor-e-Marfat
eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nooremarfat.com
Note: All Copy Rights are Preserved.

Muhammad Hasan Jamali
Ph.D Scholar; Islamic Studies, (Discipline: Jurisprudence); Mustafa International University, Qum, Iran.
E-mail: hasanjamail1bdh@gmail.com

Abstract:

The Shiite political *fiqah* (jurisprudence) has gone through fundamental changes during several periods. This research paper enlightens the history of Imamia political *fiqah*. It shows that Imamia political *fiqah* has gone through five important periods:

The 1st period is known as Shiite *fiqah* supremacy. This period is in fact, the rulings period of the holy prophet (PBUH) and Imam Ali (as). In this period, the Holy prophet (PBUH) and Amir-ul-Momineed Ali (as) left political heritage, since they were ruling the state. The letters written by Hazrat Ali(as) to his commanders like *Malik Ashtar*, indeed, highlight the core principals for political obligations.

The 2nd period is known as the "Period of Taqqiyah" or the period of "concealment". This period starts from Banu Umayyad' rule and continues still a Shiites' rule came into being .

The 3rd period started when some Shiites' rulers like Safavid and Qachar helped Shiites' Jurists (*Mujtahideen*) to complete their research projects. In this period, Shiite jurists tried their best to spread Shiite school of thought by writing books and establishing institution and seminaries .

The 4th period consist of the struggles to monitor and limit

Absolute power of Kings. This period starts from «Constitutionalization movement» in Iran which resulted producing crucial work on Shiites' political *fiqah*. In this period, the topic of discussion was not rulers succession rather people talked about constitution, rule of law, parliament, shura committee and people representation in legal institutions .

The 5th period of the Shiite political *fiqah* is the time of *wilayat-e faqih* (rule of jurist). The Islamic revolution in Iran led by Imam Khomeini (in 1342) raised new issues in Shiites' political *fiqah*.

Key words: Muslim Society, Pure, Life, Piety, Cleanliness, Repentance.

خلاصہ

یہ تاریخی حقیقت ہے کہ مختلف ادوار میں سیاسی فقہ تشیع کو بنیادی تبدیلی کا سامنا رہا ہے۔اس تحقیق کا موضوع فقہ سیاسی امامیہ کے مختلف ادوار اور تاریخ کا جائزہ ہے۔ تحقیق کے نتائج بتاتے ہیں کہ سیاسی فقہ امامیہ پانچ ادوار سے گزری ہے:

پہلا دور تشیع کی حکمرانی سے عبارت ہے۔پیغمبر اکرم ﷺ اور مولای متقیان کی حکومت کازمانہ تشیع کی حکمرانی کا دور ہے اور مملکت چلانے کے بارے میں آنحضرت اور حضرت علیؑ سے جو آثار باقی رہے ہیں یقینا وہ سیاسی فقہ کا ایک حصہ شمار ہوتے ہیں ۔ حضرت علی (ع) نے مالک اشتر سمیت ان کے ماتحت کام کرنے والے دیگر افراد کے نام نے جو خطوط لکھے ہیں وہ اسی دور میں شیعہ تفکر سیاسی فقہ کا حصہ شمار ہوتے ہیں۔

دوسرا دور تقیہ کا دور ہے جو بنی امیہ کے زمانے سے سے شروع ہوا اور یہ سلسلہ شیعہ حکومت قائم ہونے تک جاری رہا۔

تیسرا دور وہ ہے جس میں مختلف اغراض ومقاصد کے حصول کے لئے شیعہ فقہاء کے ساتھ شیعہ حکمران ہمکاری کرنے کے لئےآمادہ ہوئے جیسے ایران میں صفوی وقاجاری دور حکومت۔اس دور میں چونکہ شیعہ حکمران منصب اقتدار پر فائز تھے تو شیعہ فقہاء نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور انہوں نے ایران جیسی وسیع سرزمین پر مذہب تشیع کی بنیادمستحکم کرنے سمیت شیعہ تعلیمات اور مذہبی شعائر کو وسیع پیمانے پر پھیلانے کے لئے، دینی مدارس

اور مذہبی مقدس مقامات کو تحفظ فراہم کرنے کے لئے شیعہ بادشاہوں کے ساتھ کھل کر تعاون کیا۔
چوتھا دور شیعہ بادشاہوں اور ان کی قدرت مطلقہ کو محدود کرنے پر نظارت کرنے کا دور ہے۔اس دورے کاآغاز ایران میں مشروطہ تحریک سے ہوا اور اس دور میں سیاسی فقہ کے موضوع پر فراوان آثار وجود میں آئے۔ اس دور میں جدید سیاسی مسائل فقہاء کی توجہ کا مرکز قرار پائے۔اس دور میں شیعہ بادشاہوں کی نیابت اور انہیں مجوز عطا کرنے کی بحث نہیں تھی بلکہ قانون، قومی اسمبلی، لوگوں کے نمائندوں کی طرف سے قدرت پر نظارت، بادشاہوں کی قدرت مطلقہ کو محدود کرنا، انتخابات، اکثریت کی رائے، مساوات، آزادی اور ان جیسے دیگر موضوعات فقہی مباحث کا موضوع بنے۔
پانچواں دور، دراصل، ولایت فقیہ کی حکمرانی کا دور ہے۔ایران کی سرزمین پر سنہ (1342 شمسی) کو مراجع عظام مخصوصا امام خمینی کی قیادت ورہبری میں آنے والے انقلاب اسلامی نے شیعہ فقہ کو جدید سیاسی مسائل سے آشنا کر دیا۔
پیشِ نظر مقالہ میں ان تمام اَدوار میں شیعہ سیاسی فقہ کی پیشرفت کا محققانہ جائزہ لیا گیا ہے۔

کلیدی کلمات: سیاست، فقہ، ادوار، انقلاب، شیعہ، تاریخ۔

1. مفاہیم شناسی

"سیاسی فقہ" کی اصطلاح، دو کلمات، یعنی "سیاست" اور "فقہ" سے ماخوذ ہے۔اس اصطلاح کی معنی و مفہوم سمجھنے کے لیے ان دونوں کلمات کے لغوی اور اصطلاحی معانی کو سمجھنا ضروری ہے۔ ذیل میں ان کے معانی کی مکمل وضاحت پیش کی گئی ہے۔

الف) سیاست کی لغوی تعریف

سیاست کا لفظ مادہ (سوس) سے نکلا ہے جس کا مطلب یہ ہے: کسی مفید کام کو انجام دینے کے لئے قیام کرنا، سزا دینا، لوگوں کے امور و معاملات کاانتظام کرنا وغیرہ۔[1]

ب) سیاست کی اصطلاحی تعریف

سیاست کی مختلف تعریفیں بیان ہوئی ہیں۔ مثلا معاشرے پر حکومت کرنے کا ہنر، سماجی معاملات میں دائمی تدبیر، حکومت کے ذریعے نظم و ضبط اور امن و امان کی برقراری کے لئے قدرت کا حصول۔ اس کے علاوہ اس راستے کی طرف لوگوں کی ہدایت و رہنمائی کرنا بھی سیاست کا مصداق ہے جو ان کی نجات کا باعث ہو۔اس آخری صورت کی مختلف انواع و اقسام کی گئی ہیں؛ جیسے ظاہری و باطنی معاملات اور امور میں انسان کی ہدایت و راہنمائی کرنے

کی ذمہ داری انبیاء کے دوش پر ہے۔ ظاہری امور میں انسان کی راہنمائی کرنے کا ذمہ دار بادشاہ اور باطنی امور و معاملات میں انسان کی ہدایت کرنا دینی علماء کی ذمہ داری ہے۔

سیاست کی یوں بھی تعریف ہوئی ہے: مصالح و آداب کی رعایت کرنے اور امور و معاملات میں نظم ایجاد کرکے انہیں منظّم کرنا۔ سیاست کی اصطلاحی تعریف میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ انسانی معاشرہ کو اچھی منصوبہ بندی کے تحت چلانے کے لئے معاشرتی امور ومعاملات کو منظّم کرنا سیاست ہے۔ بنابریں، قدرت، معاشرتی امور کی تدبیر، حکومت اور ملت کا رابطہ وغیرہ وہ امور ہیں جن پر سیاست کی عمارت استوار ہے۔ اور انہی امور کے بارے میں مختلف قسم کے سوالات کے جواب میں علم سیاست کی مختلف شاخیں معرض وجود میں آگئی ہیں؛ جیسے علم سیاست، فلسفہ سیاست، بنیادی حقوق، سیاسی مسائل کی تحلیل اور مطالعہ وغیرہ۔

ج: فقہ کی لغوی تعریف

لغت میں فقہ کے مختلف معانی بیان ہوئے ہیں جیسے فطانت اور چالاکی ہے۔[2] یا زمخشری کے بقول: کاٹنا اور کھولنا: الفقه حقيقته الشّق والفتح؛ والفقيه العالم الذى يشقّ الاحكام ويفتشّ عن حقائقها، ويفتح ماستغلق منها[3] اور راغب اصفہانی کے مطابق، ظاہری علم سے باطنی علم تک رسائی حاصل کرنا: الفقه التوصل الى علم غائب بعلم شاهد[4]

لغت کے بعض ماہرین کی نظر میں دین کی برتری اور فضیلت کی وجہ سے دین سے متعلق حاصل کرنے والے علم و آگاہی اور اس کی سمجھ پر کلمہ فقہ کا اطلاق ہوتا ہے۔[5] بعض دیگر اہل لغت دانشمندوں کے مطابق دینی معاملات میں بصیرت کے ساتھ علم حاصل کرنے پر فقہ کا اطلاق ہوتا ہے۔ بعض دانشمندوں نے روایات سے الہام لیتے ہوئے کہا ہے کہ: فقہ سے مقصود وہ علم ہے جو انسان کی روح میں آخرت تک پہنچنے اور حقیقت و سچائی کے حصول کا راستہ دکھاتا ہے تاکہ اس کے سایئے میں انسان اپنے نفس کی آفتوں اور دنیوی امور کی حقیقتوں کو سمجھے اور اس کے دل میں خشیت وخوف خدا پیدا ہوجائے۔

د: قرآن وحدیث میں فقہ کے معنی

قرآن کریم میں بھی فقہ کا کلمہ اور اس کے مشتقات، عمیق فہم اور کسی چیز کو دقت سے سمجھنے کے معنی میں استعمال ہوئے ہیں۔ مثلا" حضرت شعیبؑ سے اس کی قوم نے کہا: يَا شُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيرًا مِّمَّا تَقُولُ (91:11) ترجمہ: "اے شعیب ہم آپ کی زیادہ باتوں کو نہیں سمجھتے۔" حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو خود انہی کی زبان میں گفتگو کی تھی اس کے باوجود ان کا یہ کہنا کہ ہم آپ کی زیادہ باتوں کو سمجھ نہیں سکتے اس بات کو آشکار کرتا ہے کہ حضرت شعیب کی قوم ان کی باتوں کی گہرائی کو سمجھنے سے عجز و ناتوانی کا اظہار کر رہی ہے۔

قرآن مجید کی ایک اور آیت میں اللہ تعالی نے مومنین سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے: وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُواْ كَآفَّةً فَلَوْلاَ نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُواْ فِي الدِّينِ (9:122) ترجمہ "سب مؤمنین کو ایک ساتھ نہیں نکلنا چاہیے؛ سواُن میں سے ہر قبیلے سے ایک جماعت کیوں ہجرت نہیں کرتی تاکہ وہ دین کا گہرا علم و دانش حاصل کرے۔" اس آیت میں بھی "تفقہ" اور "فقہ" کا لفظ کی "عمیق شناخت" اور معرفت حاصل کرنے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

اسی طرح ایک روایت میں امام کاظمؑ سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: تفقهوا فی دین الله فان الفقه مفتاح البصيرة ترجمہ: "دین خدا کے بارے میں گہرا علم حاصل کریں کیونکہ فقہ، بصیرت کی چابی ہے۔"

لغت میں "اجتہاد" کا کلمہ بھی "فقہ" کے مترادف کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ اجتہاد کے مغوی معنی اگرچہ مشکلات کو برداشت کرتے ہوئے اپنی پوری طاقت بروئے کار لانا ہے جس وجہ سے دشمن کو دور کرنے کے لئے انسان کی تگ و دَو کا نام جہاد ہے؛ لیکن دینی تعلیمات کے منابع و مآخذ سے تحقیق اور غور وخوص کرکے احکام اخذ کرنے کو بھی اجتہاد کہتے ہیں۔[6] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن و حدیث میں "اجتہاد"، "فقہ" اور "استنباط" کے کلمات کا معنی گہرا ادراک ہے۔

بنابریں، یہ نکتہ بڑی اہمیت کا حامل ہے کہ قرآن وروایات کی منطق میں غالبا" فقیہ اس شخص کو کہاجاتا ہے جو دین کے مجموعے (عقائد، اخلاق، احکام) سے گہری آگاہی رکھتا ہو۔ فقط دینی احکام سے عمیق آشنائی رکھنے والے کو فقیہ نہیں سمجھا جاتا ہے۔ البتہ بعض روایات میں مخصوصا عصر صادقینؑ میں کلمہ فقہ اس خاص معنا میں استعمال ہو چکا ہے۔ یعنی فقط احکام دین کا گہرا علم وفہم رکھنے والے شخص کو فقیہ کہا گیا ہے۔ عصر صادقین میں اسلامی علوم کی متعدد شاخیں بن گئیں چنانچہ ان کے بعض شاگرد کلامی واعتقادی مباحث میں اور کچھ شاگرد احکام شرعی کے مباحث میں صاحب نظر بن گئے۔ لہٰذا کلمہ فقہ اس کے مخصوص معنا میں استعمال ہوا وسیع صورت میں۔[7]

ہ: اصطلاح میں فقہ کی تعریف

فقہاء کے ہاں فقہ کی رائج تعریف یہ ہے: العلم بالاحکام الشرعية الفرعيه عن ادلتها التفصيليه-[8] یعنی تفصلی دلائل سے شرعی فرعی احکام سے آگاہی حاصل کرنے کا نام فقہ ہے۔ اس تعریف کے مطابق دینی تعلیمات کے بنیادی منابع یعنی کتاب و سنت اور عقل میں غور و خوض کرکے دین کے واقعی احکام کا استنباط کرنے اور اصول عملیہ، امارات و اخبار واحد سے دین کے وضعی و ظاہری احکام اخذ کرنے کو فقہ کہتے ہیں۔ امام خمینیؒ نے اپنے فقہی آثار میں سے ایک میں فقہ کی یوں تعریف کی ہے: دینی تعلیمات سے آشنائی حاصل کرنے کے بعد قرب الہی تک پہنچنے کی راہ اور دنیوی و اخروی زندگی کے قانون کا نام فقہ ہے۔[9]

ایک اور بیان میں انسان کے گہوارے سے لے کر قبر تک کے امور میں رہنمائی کرنے والے تفصیلی علم کو "فقہ" قرار دیا گیا ہے۔ یہ بیان بھی علم فقہ کا ایک جامع تصور پیش کرتا ہے جو انسان کی پوری زندگی یعنی گہوارے سے لے کر موت تک کے امور پر مشتمل ہے۔ اس بیان کے مطابق، بنی نوع بشر کی زندگی کے تمام انفرادی، سماجی، ثقافتی، اور دفاعی امور اور مشکلات و مسائل سے نمٹنے کا نام فقہ ہے جو اسلامی حکومت کے قیام کی ضرورت کو واضح کرتی ہے۔

پس قرآن و روایات کی منطق میں عام طور پر اُس شخص کو "فقیہ" کہا جاتا ہے جو دین کے تمام احکام اور تعلیمات، چاہے اُن کا تعلق عقائد سے ہو، اخلاق سے ہو یا احکام سے، اُن سب سے گہری آگاہی اور عمیق آشنائی رکھتا ہو۔ لیکن بعض روایات میں، مخصوصا عصر صادقینؑ میں "فقہ" کا لفظ، فقط احکام دین کا گہرا علم و فہم رکھنے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اور عبادات و معاملات کے دینی احکام کو جاننے والے شخص کو فقیہ کہا گیا ہے۔ عصر صادقین میں اسلامی علوم کی متعدد شاخیں بن گئیں چنانچہ ان کے بعض شاگرد کلامی واعتقادی مباحث میں اور کچھ شاگرد احکام شرعی کے مباحث میں صاحب نظر بن گئے۔ لہٰذا کلمہ فقہ، وسیع طور پر اس کے مخصوص معنا میں استعمال ہوا۔[10]

ہ۔ سیاسی فقہ کی تعریف:

مفردات کی مذکورہ بالا توضیح و تشریح کی روشنی میں "سیاسی فقہ" کی اصطلاح، گوناگوں تعریفات کی حامل ہو سکتی ہے۔ لہٰذا اگر ہم اس علم کے موضوع کے اعتبار سے اس کی تعریف کرنا چاہیں تو کہا جاسکتا ہے کہ: "سیاسی فقہ، اس علم کا نام ہے جو معاشرہ اور فرد کی سیاسی سرگرمیوں کا شرعی حکم معین کرتا ہے۔" اور اگر ہم اس علم کی غرض وغایت کے اعتبار سے اس کی تعریف کرنا چاہیں تو کہا جاسکتا ہے کہ: "سیاسی فقہ، اس علم کا نام ہے جو حکومت اور معاشرے میں انسان کی سیاسی سرگرمیوں کے احکام بتاتی ہے یا سیاست کو نظم وضبط بخشنے کا طریقہ کار معین کرتی ہے۔"[11] اسی طرح اگر ہم اس علم کے مسائل کے اعتبار سے اس کی تعریف کرنا چاہیں تو کہا جاسکتا ہے کہ: "سیاسی فقہ، علم فقہ کے اس حصے کا نام ہے جو حکومت اور عوام کے درمیان، نیز شہریوں کے آپس میں برقرار ہونے والے سیاسی روابط کا فقہی حکم کو بیان کرتا ہے۔"[12] مثلاً جہاد کا حکم، نیکیوں کا حکم اور برائیوں سے منع کرنا، ظالم حکومت میں منصب ومقام قبول کرنا، ظالم اور عادل حکومت سے تعاون کا حکم، حکومت کو ٹیکس ادا کرنے کا حکم اور دسیوں دیگر مسائل۔ بطور کلی، ہم "سیاسی فقہ" کی یوں تعریف کرسکتے ہیں: "استنباط کے معتبر منابع اور دلائل کی روشنی میں مکلّف کی سیاسی سرگرمیوں کے شرعی احکام سے آگاہی حاصل کرنے کو سیاسی فقہ کہتے ہیں۔"[13]

2. فقہ اور سیاسی فقہ میں فرق:

توجہ رہے کہ جب "فقہ" کی اصطلاح بطور مطلق استعمال ہوتی ہے تو اِس میں اور "سیاسی فقہ" کی اصطلاح میں اپنے

مفہوم کے لحاظ سے بنیادی طور پر دو فرق پائے جاتے ہیں:
پہلا، فرق یہ ہے کہ فقہ، سب لوگوں کی سرگرمی اور فعالیت کا شرعی حکم مشخص کرتی ہے؛ جب کہ سیاسی فقہ، سیاسی لوگوں (اعم از فرد اور حکومت) کی فعالیت کے حکم کو معین کرتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں لوگوں کی حقیقی شخصیت کے عنوان سے ان کے فرائض اور ایک دوسرے کے ساتھ برتاو کا حکم "فقہ" بیان کرتی ہے لیکن حقوقی شخصیت کے عنوان سے ان کے حکومت کے ساتھ تعامل کا حکم اور حقوقی شخصیت کے عنوان سے حکومت کا عوام سے رابطہ برقرار کرنے کا حکم مشخص کرنا "سیاسی فقہ" کا فریضہ ہے۔
دوسرا، فرق یہ ہے کہ اِن دونوں میں استنباط کے معتبر منابع و مآخذ سے استفادہ کرنے کی وسعت و عدم وسعت کے لحاظ سے ہے۔ فقہ میں مہمترین منابع کتاب اور سنت ہیں جب کہ سیاسی فقہ کے منابع میں کتاب وسنت کے علاوہ عقل، عرف اور سیرہ عقلاء بھی شامل ہیں۔ غور کرنے سے اس بات کا علم ہوتا ہے کہ بہت سارے جدید سیاسی مسائل کا سراغ کتاب وسنت میں نہیں ملتا ہے کیونکہ کتاب وسنت میں اطلاق وعموم کی صورت میں مسائل کی طرف اشارہ ہوا ہے؛ لیکن تمام جزئی مسائل واضح طور پر بیان نہیں ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سیاسی احکام کے استنباط میں عقل، عرف اور سیرہ عقلاء کا زیادہ کردار ہے۔
یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ ایک مکلّف کی سیاسی فعالیت سے مراد معاشرے اور سیاست کے قدیمی موضوعات میں مکلّف کی فعالیت کا منحصر ہونا ہرگز نہیں ہے؛ بلکہ اس میں وہ تمام سیاسی رویّے اور فعالیت شامل ہیں جو جدید سیاسی نظاموں اور سماجی تبدیلیوں کے زیر اثر معرض وجود میں آتے ہیں۔ جیسے سیاسی پارٹیوں کی تشکیل اور اس کا ممبر بننا، انتخابات میں امیدوار بننا، ووٹ دینا اور مختلف طریقوں سے کسی امیدوار کو سپورٹ کرنا، عام قوانین اور سیاسی قانون کی تدوین، عوامی نمائندوں کی ٹیم تشکیل دینا، حکومت کے نمائندوں پر نظارتی کمیٹیاں تشکیل دینا، سیاسی وسماجی منصب ومقام کے دورانیہ کی محدودیت، اختیارات کو محدود رکھنا، عوام اور حکمرانوں کے حقوق سمیت بہت سارے مسائل، یہ سب سیاسی فقہ کے دائرے میں شامل ہیں۔

3. سیاسی فقہ کی مختلف اَدوار میں تقسیم کے عوامل

امامیہ فقہ اپنی پیدائش کے آغاز سے لے کر آج تک مختلف ادوار سے گزر چکی ہے جن کی اپنی اپنی خصوصیات ہیں۔ چنانچہ بعض فقہاء نے اپنی نظر میں اہمیت کے حامل نکات کو مد نظر رکھتے ہوئے ادوار شیعہ امامیہ فقہ کو مختلف اقسام میں تقسیم کیا ہے اور ہر دور کی خصوصیات کو اس دور کے فقہاء اور ان کے علمی آثار کے ساتھ بیان کیا ہے۔ انہوں نے شیعہ فقہ کی تاریخ کو پانچ سے لے کر بارہ ادوار میں تقسیم کیا ہے۔ اس کے علاوہ، بعض

معاصر علماء نے شیعہ فقہ کے اَدوار کی تاریخ، معتبر فقہی مدارس کی بنیاد پر مرتب کی ہے؛ بالخصوص ایسے مدارس جنہیں ہمیشہ مرکزیت حاصل رہی ہے۔[14] ان کے مطابق، امامیہ سیاسی فقہ کی تاریخ خود امامیہ فقہ کی تاریخ سے جدا نہیں ہے۔

یہاں ایک بنیادی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سے عوامل ہیں جن کی وجہ سے شیعہ فقہ کو مختلف اَدوار میں تقسیم کیا جاتا ہے؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ معتبر منابع سے قوانین کا استخراج، استنباط یا تشریح، عقلی یا نقلی دلیل پر زیادہ توجہ دینا، استنباط احکام کے منبع کے عنوان سے عقل کو اہمیت دینا یا نہ دینا، واقعی معنوں میں اجتہاد یا مشہور مجتہدین کی پیروی کرنا، علم قواعد واصول استنباط پر توجہ دینا اور اس سے بے اعتنائی کرنا، فقہ اہل سنت پر توجہ مرکوز کرنا اور فروعات کو اس سے اخذ کرنا یا فقہ شیعہ کو دیگر فقہی مکاتب سے یکسر جدا کرنا وغیرہ، وہ عوامل ہیں جو شیعہ فقہ کے مختلف تاریخی اَدوار میں تقسیم ہونے کا باعث بن ہیں۔

4. امامیہ سیاسی فقہ کی تاریخ

1) عصرِ معصوم

عام طور پر عصرِ معصوم علیہ السلام کو شیعہ فقہ کا پہلا تاریخی دَورہ شمار کیا جاتا ہے۔ لیکن بعض محققین کے مطابق عصر معصوم فقہ کا پہلا دور شمار نہیں ہوتا۔ کیونکہ رسول اکرم اور ائمہ ھدی علیھم السلام کے فرمودات وارشادات حقیقت میں فقہی احکام کے استنباط کا منبع شمار ہوتے ہیں؛ حالانکہ فقہ کی تعریف یہ ہے: "معتبر منابع کی بنیاد پر احکام کے استنباط کے علم کو "فقہ" کہا جاتا ہے۔

اگرچہ یہ بات درست ہے کہ اسلامی معاشرے میں رسول خداﷺ کے اہل بیت اطہار علیہم السلام اور اسی طرح ان کے شیعہ امامیہ فقہاء کی سیاسی لحاظ سے گوشہ نشینی کی وجہ سے حکومتیں اور اہل اقتدار مختلف سیاسی مسائل میں اُن کی طرف رجوع نہیں کرتے تھے جس کی وجہ سے سیاسی مسائل اُن کی خصوصی توجہ کا مرکز نہ بن سکے اور نہ ہی شیعہ امامیہ سیاسی فقہ کے عنوان سے مستقل علمی، فقہی آثار معرض وجود میں آ سکے؛ لیکن نبوی اور علوی عہد میں ہمیں سیاسی فقہی آثار کا واضح سراغ ملتا ہے۔

اگرچہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ حکومت کی تاسیس کے درپے نہیں تھے؛ بلکہ سماجی امور میں آنحضرت ﷺ کی مداخلت، کسی قوم، قبیلے کے سفید ریشوں کی سی مداخلت تھی۔[15] لیکن پیغمبر اکرم ﷺ کا طرز حکومت اس حقیقت کی نشاندہی کرتا ہے کہ نبوی حکومت اپنے قوانین، پالیسیوں اور منصوبہ بندی کے لحاظ سے کئی لحاظ سے معاصر حکومتوں کے ساتھ سازگار تھی۔

جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے ہجرت کے فوراً بعد وفود عقبہ اور پیمان نامہ مدینہ کی بنیاد پر مدینے میں دینی وسیاسی حکومت تشکیل دی۔ آپ ﷺ کا یہ اقدام ایسی خصوصیات کا حامل تھا جن کی بنیاد پر ہم آپ کے اس اہتمام پر بخوبی حکومت کا عنوان لاگو کر سکتے ہیں۔ دینی وسیاسی حکومت تشکیل دینے کی غرض سے پیغمبر اکرم ﷺ نے جو اہتمام کیا وہ ان چار خصوصیات کا حامل تھا: جمعیت، سرزمین، حکومت اور حاکمیت۔ اسی طرح جب مولای متقیان حضرت علی علیہ السلام کے پاس زمام اقتدار آئی تو آپ نے مختلف وزیروں، مشیروں، عہدیداروں، گورنروں اور زکات کی جمع آوری پر مامور افراد کے لئے کئی ایسے دستور العمل اور احکام بیان فرمائے ہیں کہ جن کو سیاسی فقہ کے لئے منبع قرار دیا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ بعض اہل سنت لکھاریوں نے مالک اشتر کے نام مولائے متقیان کے لکھے گئے مکتوب کو سیاسی فقہ کی اسناد میں شمار کیا گیا ہے۔

اس خط میں مولائے متقیان حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے کامیاب حکومت کے طریقوں اور روشوں کو بیان کرنے کے علاوہ، مصر کی حکمرانی کی کیفیت کے بارے میں بھی مالک اشتر کو جو اوامر ونواہی جاری کیے ہیں وہ محفوظ ہو چکے ہیں۔ حضرت علی علیہ السلام نے اس تاریخی خط میں سماج کو چلانے کے کلی اصول وقوانین بیان کرنے کے علاوہ حکومت کے ماتحت کام کرنے والوں اور حکومت کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے ذمہ دار افراد کے ساتھ اپنائے جانے والے رویّوں، نیز مخالفوں اور دشمنوں کے ساتھ تعامل کی کیفیت کی تصویر کشی کی ہے۔

2) عصرِ غیبت

پیغمبر اکرم ﷺ اور حضرت علی علیہ السلام کے دَور کے بعد اور غالباً عصرِ غیبت میں بعض حکمران اور معاشرے کا نظم ونسق چلانے والے شیعہ فقہاء کی طرف رجوع کرتے رہے ہیں۔ اِس عصر کو ہم تاریخی لحاظ سے عصرِ غیبت کا نام دے سکتے ہیں۔ اگرچہ اس عصر میں قدماء فقہاء نے مستقل طور پر سیاسی موضوعات پر احکام کے استنباط پر کوئی مستقل کام نہیں کیا؛ لیکن انہوں نے پراکندہ طور پر مسلمانوں کی سیاسی زندگی سے متعلق مختلف موضوعات میں فقہی احکام کا استنباط کیا ہے۔ نمونے کے طور پر جن عناوین پر انہوں نے کام کیا وہ یہ تھے: امام معصوم کی غیبت کے زمانے میں حکومت اور ولایت کا مسئلہ، عصر غیبت میں نماز جمعہ قائم کرنا، عصر غیبت میں حدودِ الٰہی کا اجراء، اسلامی ممالک اور سرزمینوں کا دفاع اور جہاد، عدالت اور قضاوت سے مربوط موضوعات پر احکام کا استنباط، ظالم حکمران کے خلاف قیام، امر بالمعروف اور نہی از منکر، دینی اقلیتوں کے حقوق اور ذمہ داریاں وغیرہ وغیرہ۔

البتہ عصرِ غیبت میں بعض ممالک پر شیعہ حکمران برسر اقتدار آئے جنہوں نے بعض سیاسی موضوعات میں شیعہ امامیہ فقہاء کی طرف رجوع کیا۔ جس کے نتیجے میں حکومتِ وقت کی ضرورت کے مطابق کئی آثار معرض تحریر میں آئے۔ ان آثار میں سے بعض آثار تو کلامی یا اخلاقی موضّعات پر تھے لیکن بعض سیاست واقتدار کے باب میں

فقہی آثار تھے۔ ان میں سے بعض آثار میں حکومتِ وقت اور بر سر اقتدار حاکم کی نوعیت سے قطع نظر، آئین کشور داری کے کلی اصول اور قوانین بیان ہوئے۔ البتہ ان آثار کے بارے میں ہم پوری صراحت سے نہیں کہہ سکتے ہیں کہ یہ مستقل طور پر سیاسی فقہ (خاص معنی میں) سے مربوط آثار ہیں۔ کیونکہ ان میں نہ فقہی نگارش کی روش کا خیال رکھا گیا ہے اور نہ ہی انہیں لکھنے والوں کو مروجّہ معنی میں فقیہ قرار دیا جا سکتا ہے۔

تاہم ان آثار کو ہم شیعہ سیاسی فقہ اور امامیہ سیاسی تفکر کی تاریخ کی نشاندہی کرنے والی فہرست میں قرار دے سکتے ہیں۔ جیسا کہ فلسفہ کی سیاست مدن و حکمت عملی کی بحث اور کلامی و اخلاقی مباحث کو ہم طول تاریخ میں سیاسی فقہ امامیہ کے تفکر کا ایک حصہ شمار کر سکتے ہیں۔ جیسے فارابی، ابن سینا، خواجہ نصیر الدین طوسی کے آثار سمیت اخلاق ناصری، سیر الملوک اور علامہ حلی کے آثار۔

5. امامیہ سیاسی فقہ کے پانچ اَدوار

ہم شیعہ سیاسی فقہ کو مختلف زاویوں اور جہات سے مختلف ادوار میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ ان جہات میں سے تین اہم جہات یہ ہیں:

1۔ حکومت کے ساتھ شیعوں اور فقہاء کے تعامل کی نوعیت۔

2۔ شیعوں کی فقہی میراث۔

3۔ فقہی کتابوں میں سیاسی فقہ کے مباحث کے بیان کی کیفیت۔

لیکن چونکہ ان تینوں جہتوں میں سے آخری دو جہتیں یعنی شیعوں کی فقہی میراث اور فقہی کتابوں میں سیاسی فقہ کے مباحث کے بیان کی کیفیت پہلی جہت سے متاثر ہیں لہٰذا ہم اسی جہت کو معیار قرار دے کر امامیہ سیاسی فقہ کو درج ذیل پانچ اَدوار میں تقسیم کر سکتے ہیں:

1) تشیع کی حکمرانی کا دور

جیسا کہ اس سے پہلے اشارہ کیا جا چکا ہے، حضرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مولای متقیان حضرت علی علیہ السلام کی حکومت کا زمانہ تشیع کی حکمرانی کا دور ہے اور مملکت چلانے کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علیؑ کی سیرت اور آپ کے جو فرمودات ہمارے پاس موجود ہیں، یقینا وہ امامیہ سیاسی فقہ کا ایک اہم حصہ شمار ہوتے ہیں۔ حضرت علی ابن ابی طالبؑ کی پانچ سالہ حکومت میں آپ کی عملی سیرت نہ فقط شیعوں اور مسلمانوں کے آئیڈیل ہے، بلکہ ساری بشریت کے لئے نمونہ عمل ہے۔ بنابریں، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علیؑ سے منقول روایات، مکتوبات، عملی دستورات، فرامین، ارشادات، حکومتی احکامات اور سیاسی خطابات، یہ سب ہمری سیاسی

فقہی میراث ہیں۔ بلکہ دقیق تر تعبیر یہ ہے کہ اس دور کی میراث، سیاسی فقہ کے منابع میں شمار ہوتی ہے جو بعد کے ادوار میں سیاسی فقہ کے احکام کے استنباط کا منبع قرار پائی ہے۔

2) تقیہ کا دَور

تقیہ کا دور بنی امیہ کے زمانے سے شروع ہوا اور یہ سلسلہ شیعہ حکومت قائم ہونے تک جاری رہا۔اس دور میں شیعوں کو تحفظ فراہم کرنے کی غرض سے شیعہ فقہاء نے اہل سنت حکومتوں کے ساتھ اپنا رابطہ مضبوط رکھا۔اِس دَور میں شیعہ اقلیت کا شکار تھے۔ وہ اہل سنت حکمرانوں کی حکومتوں کو ناجائز حکومتیں سمجھتے تھے اور اُن کی مشروعیت کے قائل نہ تھے۔ وہ اِن حکمرانوں کی طرف سے لوگوں پر ہونے والے مظالم کو روانہ سمجھتے تھے۔

یہ حکومتیں شیعوں کو قلع قمع کرنے کے لئے مناسب فرصت کی تلاش میں رہتی تھیں؛ مخصوصا بنی امیہ اور بنی عباس کے دور حکومت میں شیعوں کے لئے بہت زیادہ سختیاں اور مشکلات پیش آئیں۔ ان کے دور میں بعض شیعوں کو اہل بیت اطہارؑ سے اظہار محبت و مودت کرنے کے جرم میں اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑا۔ اسی طرح ایران میں تیموریوں کے دَور میں شیعوں کو انتہائی کسمپرسی کی حالت میں زندگی کے لمحات گزارنا پڑے۔ وہ اپنے عقیدے کے اظہار سے بہت خائف رہتے تھے۔ [16]

بہر صورت، ایک ایسی تاریک فضا میں بھی شیعہ سیاسی فقہ زیر بحث رہی۔ جیسے حدود کے اجراء کی بحث، ظالم حکمرانوں کے ساتھ تعاون کی بحث، ظالم حکومت میں سیاسی واجتماعی منصب قبول کرنے کا جواز و عدم جواز، ظالم حکمرانوں کو ٹیکس ادا کرنے یا ادا نہ کرنے کی بحث اور ظالم حکمرانوں سے انعام وصول کرنے کے جواز یا عدم جواز کی بحث وغیرہ۔

3) شیعہ حکمرانوں کے ساتھ تعاون کا دَور

امامیہ سیاسی فقہ کا تیسرا دَور وہ ہے جس میں شیعہ حکمران مختلف اغراض ومقاصد کے حصول کے لئے شیعہ فقہاء کے ساتھ تعاون پر آمادہ ہوئے۔ جیسے ایران میں صفوی و قاجاری دور حکومت۔ اس دور میں چونکہ شیعہ حکمران منصب اقتدار پر فائز تھے تو شیعہ فقہاء نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور انہوں نے ایران جیسی وسیع سرزمین پر مذہب تشیع کی بنیاد مستحکم کرنے سمیت شیعہ تعلیمات اور مذہبی شعائر کو وسیع پیمانے پر پھیلانے کے لئے دینی مدارس اور مذہبی مقدس مقامات کو تحفظ فراہم کرنے کے لئے شیعہ بادشاہوں سے تعاون لیا۔

چنانچہ اس تعاون کے بل بوتے پر مختلف شہروں میں بادشاہوں اور ان کے فرمانبردار افراد کے ہاتھوں شیعوں پر ہونے والے مظالم کا راستہ رُکا۔ اسی طرح شیعہ فقہاء ان حکمرانوں کے تعاون سے اپنی بساط کے مطابق امامیہ فقہ

کے اقتصادی اور عدالتی احکام کو جاری کرنے میں سرفراز ہوئے۔ وہ صفویوں کو اپنے اصل ہدف یعنی تصوف سے دور کرکے انہیں شریعت کے ہدایت کے راستے پر گامزن کرنے میں بھی کامیاب ہوئے۔

چنانچہ پہلی بار شیعہ امامیہ فقہاء کی جانب سے شیعہ بادشاہوں کی نیابت کے تفکر کو عملی جامہ پہنایا گیا۔ اس سلسلے میں صفوی بادشاہ طہماسب کے محقق کرکی کے نام لکھے گئے خطوط، تاریخ تشیع میں بے سابقہ ہیں جن میں سے ایک خط میں طہماسب نے کھل کر اس بات کا اظہار کردیا کہ محقق کرکی امام عصرؑ کا نائب ہے۔ اس کا حکم پوری مملکت میں اپنا فرمان ہے جس سے سرپیچی کرنے پر کڑی سزا دی جائے گی۔[17]

اس تیسرے دور میں فقہاء نے سیاسی حکمرانوں کی پشت پناہی کرکے شیعوں کو تقیہ کے چنگل سے نکالا، مکتب تشیع کو تقویت فراہم کی اور اس مکتب کے پیروکاروں کو عثمانی بادشاہوں اور بیرونی حکومتوں کے مظالم سے محفوظ رکھا۔ اِس دَور میں شیعہ فقہاء اپنے اہداف میں کس حد تک کامیاب ہوئے، یہ تو ایک ایسا موضوع ہے کہ جو الگ سے قابل تامل و تحقیق ہے؛ لیکن یہ طے ہے کہ انہوں نے مذہب امامیہ کی خدمت اور اس کے پیروکاروں کو محرومیت اور مظلومیت سے نجات دلانے کے لئے سیاست کے میدان میں قدم رکھا اور بادشاہوں کے ساتھ تعاون کیا۔

یہاں یہ نکتہ قابل توجہ ہے کہ اس زمانے کے بادشاہوں کے ساتھ امامیہ فقہاء کے تعاون کی راہ میں بذاتِ خود بعض مشہور شیعہ فقہاء ہی مانع تھے؛ جیسے شیخ ابراہیم قطیفی[18] اور مقدس اردبیلی، صدرالمتالہین شیرازی، شیخ حسن عاملی۔[19] کیونکہ اُن کی نظر میں بادشاہوں کے ساتھ تعاون، دنیاپرستی کا مصداق تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ صفوی بادشاہ، محض اپنی حکومت کو دوام بخشنے کے لئے شیعہ فقہاء کو مقام و منزلت دے رہے تھے۔ انہوں نے شیعہ مذہب کو بھی محض اس لیے سرکاری مذہب قرار دیا تھا کیونکہ وہ دیکھ رہے تھے کہ تصوف کی تعلیمات میں سماجی امور کو نظم دینے اور حکومتوں کو استحکام بخشنے کا کوئی دم خم نہیں ہے اور اُن کا سارا زور چند عبادی رسوم پر ہے تو انہوں نے شیعہ مذہب کو اپنی حکومت کی بقاء کا وسیلہ قرار دیا۔ کیونکہ اس مکتب کے نظریات اور تعلیمات میں سیاسی، اقتصادی اور عدالتی سسٹم کو بہترین انداز میں چلانے کے لئے اصول واحکام پائے جاتے تھے۔

بہرصورت، شیعہ بادشاہوں کے ساتھ تعاون کرنے کے دور میں مواعظ اور نصائح پر مبنی خطوط اور سیاست ناموں کے علاوہ، روزمرہ پیش آنے والے مسائل کے بارے میں، نیز فقہاء کے درمیان پائے جانے والے اختلافی مسائل کے بارے میں رسالے لکھے گئے۔ اس کے علاوہ اس دور میں سیاسی فقہ میں ایسی مباحث شامل ہوئیں جو بے سابقہ تھیں۔ مثلاً ائمہ معصومین علیہم السلام کی طرف سے فقہاء کی نیابت کا مسئلہ۔ جیسا کہ فقہاء کو امام معصوم کا نائب شمار کرنے والی روایات کی بناء پر صفوی بادشاہ کی طرف سے محقق کرکی کو نائب امام قرار دیا گیا اور اُن کے حکم پر عمل کرنے کو لازمی قرار دیا گیا۔ اسی طرح بادشاہوں کو امور میں تصرف کرنے اور اسلامی سرزمینوں کا دفاع کے لئے

لشکر کا فرمانروا بننے کی اجازت دینا،[20] شیعہ فقہاء کے ذریعے قضاوت وحدود کا اجراء، اقامہ نماز جمعہ، اور شیخ الاسلام جیسے منصب کی بخشیں بھی اسی دَور میں شیعہ سیاسی فقہ میں شامل ہوئیں۔[21]
اس دور میں معرض وجود میں آنے والے آثار کے کچھ نمونے یہ ہیں: عصر صفوی میں رسائل خرجیہ ،رسالہ قاطعۃ اللجاج فی حلّ الخراج / محقق کرکی ؛ رسالہ خراج / فاضل قطیفی؛ رسالہ خراج / شیخ شبیانی؛ رسالہ خراج / مقدس اردبیلی اور عصر صفوی میں نماز جمعہ کے متعلق لکھے گئے رسالے۔ تاریخ اسلام میں شیعوں کو جن عبادتوں کو برپا کرنے میں مشکلات کا سامنا رہا ہے ان میں سے ایک نماز جمعہ ہے جو فرادا نہیں پڑھی جا سکتی ہے بلکہ کسی امام جماعت کی اقتداء میں جماعت کے ساتھ ادا کرنا لازم ہے۔ ظالم حکمرانوں کی اقتداء میں نماز ادا کرنا اگرچہ تقیہ کی حالت میں جائز ہے لیکن وہ وہ شیعوں کی مطلوبہ نماز نہیں۔ یہی وجہ ہے شیعی صفوی حکومت بنتے ہی اقامہ نماز جمعہ اور عادل فقہاء کی اقتداء جیسے موضوعات اہمیت پا گئے اور یہ دیرینہ نظری مسئلہ یعنی عصر غیبت میں نماز جمعہ کا وجوب عینی ہے یا تخییری، دوبارہ زندہ ہوا۔
ایک رپورٹ کے مطابق دسویں صدی ہجری کے شروع سے لے کر ابھی تک نماز جمعہ کے بارے میں تقریبا 160 رسالے اور مستقل کتابیں لکھی جا چکی ہیں جو ایران میں صفوی شیعہ حکومت تشکیل پانے کے بعد اقامہ نماز جمعہ کو اہمیت دینے کی علامت ہے۔[22] اخباری فقہاء نماز جمعہ کو حکومت سے غیر مربوط سمجھتے تھے۔ اس کے باوجود فقہاء کی اکثریت نماز جمعہ کو حکومتی امور میں سے قرار دیا ہے۔ درحالیکہ محقق کرکی نے نماز جمعہ حکومتی مناصب میں سے ہونے کو اجماعی سمجھا ہے۔ اس رو سے صفوی حکومت بنتے ہی اقامہ نماز جمعہ کے لئے اقدام کیا۔ اس دور میں صفوی بادشاہوں کے ساتھ تعاون کے باوجود علماء کا فکری استقلال اس حد تک تھا کہ حکومت کے ساتھ اچھے روابط رکھنے والے، بلکہ شیخ الاسلام کے منصب پانے والے کچھ علماء اقامہ نماز جمعہ کو نہ فقط واجب عینی نہیں سمجھتے تھے، بلکہ اس سے بالاتر اسے حرام سمجھتے تھے۔

4) بادشاہ کی قدرت کی محدودیت اور اُس پر نظارت کا دَور

اس دَور کا آغاز ایران میں مشروطہ تحریک سے ہوا۔ اس دَور میں امامیہ سیاسی فقہ کے موضوع پر فراوان قیمتی کتابیں لکھی گئیں۔ اس دَور میں جدید سیاسی مسائل فقہاء کی توجہ کا مرکز قرار پائے۔ اس دور میں قانون سازی، قومی اسمبلی، منتخب نمائندوں کی طرف سے حکومت پر نظارت، بادشاہوں کی قدرت مطلقہ کو محدود کرنا، انتخابات، اکثریت کی رائے، مساوات، آزادی اور ان جیسے دیگر سیاسی مسائل اور مفاہیم پر گفتگو ہوتی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ اس دور میں ماڈرن دنیا کے مفاہیم شیعہ سیاسی فقہ میں داخل ہوئے اور پہلی بار اس موضوع

پر شیعہ فقہاء نے اجتہاد کیا اور باوجود اِس کے کہ مسلمانوں کی سیاسی تاریخ میں ایسے موضّعات و مفاہیم پہلے سے موجود تھے لیکن اس دور میں ان موضوعات و مفاہیم کو نئے معانی عطا ہوئے۔

اس دور میں فقہاء کے آپس کے اختلافات کے عوامل میں سے ایک اہم سبب سیاست کے میدان میں جدید موضوعات کا داخل ہو جانا ہے۔ بعض موضوعات کی عدمِ شفافیت، بعض موضوعات کے بارے میں دقیق اور صحیح شناخت کا فقدان، نیز جدید سیاسی موضوعات کی تعریفات میں اختلافِ نظر کی وجہ سے ہر فقیہ نے دوسرے فقیہ سے مختلف حکم صادر کیا۔ مثلا، ایک فقیہ مشروطہ تحریک کو بیرونی استعمار اور داخلی استبداد سے مملکت کی نجات کا باعث سمجھتا تھا، جبکہ دوسرے کی نظر میں یہ تحریک معاشرتی اخلاق اور دیانت کی نابودی کا باعث تھی۔

ایک کی نظر میں آزادی و مساوات کا شمار مشروطہ تحریک کے مقومات میں ہوتا تھا جو لوگوں کے حقوق ضائع ہونے کی راہ میں مانع بنتے ہیں اور دوسرے کی نظر میں آزادی و مساوات کا مطلب، شریعت محمدی کی پائمالی اور خدا کی بندگی و عبودیت سے رہائی تھا۔ ایک فقیہ قانون گزاری کو متکبر و استبدادی صفت کے حامل افراد کے سامنے بند باندھنے کا مترادف سمجھتا تھا، جبکہ دوسرے کی نظر میں یہ شریعت کے مقابلے میں ایک بدعت تھی۔ ایک کی نظر میں قانون اساسی کی تدوین اور قومی اسمبلی کی تشکیل حکومتی عہدیداروں پر نظارت اور کنٹرول کا عامل شمار ہوتی تھی جبکہ دوسرا ان چیزوں کو دین اور احکام شرع سے لوگوں کو دور کرنے کا باعث اور عصر غیبت میں فقہاء کے دائرہ اختیارات میں آنے والے امور میں نااہل افراد کی مداخلت سمجھتا تھا۔

اس دور میں شیعہ فقہاء و علماء کے ہاتھوں لکھے گئے رسالوں کے چند نمونے یہ ہیں:

1. سلطنت مشروطہ، جمعی از نویسندگان، رسائل مشروطیت بہ کوشش غلام حسین زرگری نژاد، تہران: انتشارات کویر، ۱۳۷۷۔
2. **تنبیہ الامة وتنزیہ الملة**، شیخ محمد حسین نائنی(م1355ق)
3. حرمت مشروطہ، شیخ فضل اللہ نوری(1327ق)
4. **تذکرة الغافل**، شیخ فضل اللہ نوری یا شیخ عبد النبی نوری یا سید احمد طباطبائی یزدی
5. **اللئالی المربوطہ فی اثبات المشروطة**، شیخ اسماعیل محلاتی
6. **کشف المراد من المشروطہ والاستبداد**، محمد حسین بن علی اکبر تبریزی
7. **دلائل براہین الفرقان فی بطلان قوانین النواسخ محکمات القرآن**، شیخ ابوالحسن نجفی مرندی۔

عالم اسلام کی آزادی اور دفاع میں اٹھائے گئے اقدامات

امامیہ سیاسی فقہ کے جس دَور پر ہم بحث کر رہے ہیں، اُس دَور میں مسلمانان جہان کو بیدار کرنے اور انہیں استعمار واستبداد کی قدرت کے تسلط سے نجات دلانے کے لئے بھرپور کوششیں کی گئیں۔ اس حوالے سے سید جمال الدین اسدآبادی جیسے اصلاح پسند افراد کی جانب سے شائع ہونے والے آثار کی طرف اشارہ کیا جاسکتا۔ ہے اگرچہ جمال الدین کو اصطلاحی معنی میں فقیہ شمار نہیں کیا جاسکتا، لیکن استبداد واستعمار کے مقابلے میں مسلمانوں کی شان و شوکت کے احیاء کے سلسلے میں انہوں نے ایک دینی عالم کی حیثیت سے جو علمی و عملی نمایاں کارنامے انجام دیے، اسے شیعہ سیاسی فقہ اور تفکر تاریخ سیاسی میں نادیدہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔

سید جمال الدین اسدآبادی کی روشن خیالی کی تاریخ، تنباکو تحریک سے پہلے کی ہے۔ جناب سید جمال الدین اسدآبادی نے استعمار کے خلاف مقابلہ کرنے کے علاوہ ناصر الدین شاہ کے دور میں قاجاری استبداد کی بھی مخالفت کی۔ وہ اس بات سے آگاہ تھے کہ مراجع وعلماء کی باتوں کو عوام الناس سنجیدگی سے سنتے اور ان پر عمل کرتے ہیں لہٰذا انہوں نے متعدد خطوط کے ذریعے علماء ومراجع کو ایران پر حاکم استبداد کے خلاف مقابلہ کرنے کی تشویق دلائی۔[23]

سید جمال الدین اسدآبادی کے بعد بھی مختلف زمانوں اور تاریخ کے مختلف ادوار میں اجتماعی وسیاسی مسائل کے حوالے سے علماء خاموش نہیں رہے، بلکہ وہ ہر موقع پر احکام شریعت اور مذہب کی مرکزیت کا دفاع کرنے کے لئے پوری جرات سے میدان میں حاضر رہے جس کے نتیجے میں بہت سے علمی آثار تخلیق ہوئے۔ مرحوم کاشف الغطاء سیاست کے میدان میں پوری سنجیدگی سے کام کرنے والے فقہاء میں سے تھے۔ انہوں نے ایک جگہ علماء کی سیاست میں مداخلت کی مخالفت کرنے والوں کے مقابلے میں یوں اظہار خیال کیا:

"اگر سیاست کے معنی خیر خواہی، خدمت، راہنمائی، خیانت وفساد کا راستہ روکنا، حکمرانوں کو نصیحت کرنا، انہیں استعمار کی غلامی میں مبتلا ہونے سے بچانا اور اقوام وملل عالم کو ہر طرح کی غلامی سے آزاد کرانا ہے تو یقینا ہم اپنا سر تن سے جدا ہونے تک سیاست میں غرق ہیں اور رہیں گے اور ہم اسے واجب سمجھتے ہیں اور میں خدا اور اپنے وجدان کے حضور خود کو اس چیز کا ذمہ دار سمجھتا ہوں۔ کیونکہ سیاست میں مداخلت کرنا، میرے اور میرے آباء واجداد کے فرائض میں شمار ہوتا ہے۔ ہمارے آباء واجداد تین صدی پہلے نہ تنہا عراق میں بلکہ پورے جہان اسلام میں دینی پیشوا تھے۔

لیکن اگر سیاست کا مطلب حکومت حاصل کرنے کے لئے برادر کشی، فتنہ انگیزی اور مظاہرات ہے تاکہ نرم وملائم کرسیوں پر تکیہ لگا کر بیٹھیں؛ نیز سیاست سے مراد دیگر ملتوں کے ساتھ وحشیانہ برتاو کرتے ہوئے شخصی منافع کے حصول کے لئے اپنی قدرت ونفوذ سے سوء استفادہ کرنا ہے، اپنی مملکت

وملت پر تسلط حاصل کرنے کی خاطر اغیار کے لئے جاسوسی ودلالی کرنا ہے خواہ اس راہ میں دوسروں کا خون ہی کیوں نہ بہانہ پڑے تو میں ایسی سیاست سے خدائے علیم وبصیر سے پناہ مانگتا ہوں۔"[24]

یہ جملے دین اور سیاست کی وابستگی کے بارے میں دینی علماء کے طرزِ تفکر اور سیاسی میدان میں ان کی موجودگی کی علت کو نمایاں کر رہے ہیں۔ مرحوم کاشف الغطاء کی نظر میں سیاست اور حکومت کا فلسفہ عدالت کی برقراری ہے[25] اور سلجھے ہوئے، نیک کردار افراد کی حکومت، اسلامی حکومت ہے۔ اسی لئے سارے انسانوں کو خواہ وہ جس سماجی مقام ومنصب پر ہوں، غرض سب کا عادل ہونا ناگزیر ہے۔

مشروطہ تحریک کے بعد بھی کئی سیاسی اور اجتماعی مسائل پر علمائے دین کی توجہ رہی، وہ سستی کا مظاہرہ کئے بغیر ہر موقعہ پر اپنے وجود کا اظہار کرتے رہے، میدان میں موجود رہے اور اپنے قلم وقدم سے حریم اسلام و مسلمین کا بھرپور دفاع کیا۔ جیسا کہ عراق میں جب عراق کے استقلال کے بہانے، فیصل کو مسلط کرنے کے لئے انتخاب کا شوشہ چھوڑا گیا تو علماء نے ان انتخابات کی حرمت پر مشتمل اپنا بیانیہ صادر کرکے اسے روکنے کی کوشش کی۔ جس کی وجہ سے نجف کے بہت بڑے جید علماء کرام جیسے شیخ مہدی خالصی، شیخ محمد حسین نائنی اور سید ابوالحسن اصفہانی وغیرہ کو ملک بدر کرکے ایران بھیجا گیا۔ نجف کے علماء جیسے سید محمد کاظم طباطبائی یزدی، سید محمد تقی شیرازی، شیخ الشریعہ اصفہانی، شیخ محمد حسین نائینی اور شیخ محمد حسین کاشف الغطاء غیرہ نے اسلامی ممالک، خاص طور پر عراق میں استعمار گروں کے بڑھتے ہوئے ثقافتی، سیاسی اور اقتصادی اثر ورسوخ کو روکنے کے لئے کئی بار احکام صادر فرمائے اور بیانیے جاری کیے۔

ان علماء، مخصوصا مرحوم کاشف الغطاء کی جہان اسلام کے بنیادی مسائل میں بھرپور مداخلت کے چند نمونے یہ ہیں کہ انہوں نے مسلمانوں کا استثمار واستعمار کا راستہ روکنے، امت اسلامی میں وحدت ایجاد کرنے اور فلسطین اور اسلامی سرزمینوں کو آزاد کرانے کے لئے راہ حل بیان کیے۔[26] اس حوالے سے لکھے گئے مقالات، کتابیں اور علماء کے فراوان خطوط اور بیانیے، تاریخ کی اسناد کا مہم حصہ شمار ہوتے ہیں۔ اسی طرح ایران میں رضا شاہ پہلوی کے ذریعے بے پردگی کی جو مہم چلی اسے ناکام بنانے کے لئے علماء نے پردے کا بھرپور دفاع کیا۔ نیز امر بالمعروف ونہی از منکر، جمہوریت اور اسلام کی نسبت اور ظلم کے خلاف قیام کرنا وغیرہ، وہ موضوعات ہیں جو ان مقالات، بیانیوں، اطلاعات اور رسالوں میں موضوع بحث قرار پاچکے ہیں۔

یہاں قابل توجہ بات یہ ہے کہ ان میں سے بعض آثار ان شبہات کے جوابات پر مشتمل ہیں جنہیں کچھ لکھاری معرض وجود میں لے آئے تھے۔ بعض نے حکومت اسلامی کے بارے میں دینی نقطہ نظر جیسے موضوعات پر مستقل روشنی ڈالی ہے۔ اسلامی حکومت کے موضوع پر بحث، ایک ایسا انقلاب تھا جس کا آغاز سنہ 1341 میں

رہبر فقید انقلاب اسلامی ایران، حضرت امام خمینی کی رہنمائی میں ہوا اور آپ کی تحریک نے پہلوی استبداد کے خاتمے کی نوید سنائی۔ پہلوی دور کے مخصوص آثار کے نمونے یہ ہیں: رسالہ وجوب حجابیہ، محمد صادق ارومی فخر الاسلام؛سدول الجلباب فی وجوب الحجاب،آیت اللہ بلادی بوشہری؛ رسالہ ردّ کشف حجاب، سید اسداللہ خرقانی؛ فلسفہ حجاب، ابوعبداللہ زنجانی؛ لبّ اللباب فی فلسفۃ الحجاب، علی اکبر رضوی برقعی قمی؛ تاکید حجاب نسوان بہ حکم آیات قرآن، محمد علی مدرس طہرانی۔

حوزہ علمیہ اور مرکز تشیع سے روزانہ کی بنیاد پر سیاسی مسائل اور شبھات کے جوابات پر مبنی لٹریچر اور اخبارات کی اشاعت کی ذمہ داری چند دیندار لکھاریوں اور بعض علماء نے اپنے دوش پر لی اور باقاعدگی سے اس پر کام ہوااور اس پر فقط ایران میں نہیں، بلکہ حوزہ علمیہ عراق و نجف میں بھی کام ہوااور وہاں سے مجلۃ العرفان، النجف،آئین اسلام، مکتب اسلام اور مکتب تشیع جیسے مختلف قسم کے مجلے اور لٹریچر شائع ہوتے رہے۔

5) ولایت فقیہ کی حکمرانی کادَور

شیعہ امامیہ سیاسی فقہ کا پانچواں دَور، درحقیقت، ایران میں ولی فقیہ کی حکمرانی کادَور ہے۔ دراصل، 1342 ہجری خورشیدی میں مراجع عظام مخصوصا حضرت امام خمینی کی قیادت ورہبری میں آنے والے اسلامی انقلاب نے شیعہ امامیہ فقہ کو جدید سیاسی، سماجی مسائل سے آشنا کر دیا۔ منجملہ یہ کہ آیا جان ومال کی حفاظت کے لئے تقیہ کرنا ہر حالت میں واجب ہے؟ کیا قدرت مندوں کو برائیوں کے ارتکاب سے روکنا اور نیکیوں کا امر مخصوص شرائط سے ساتھ مشروط ہے؟کیا دین کی بنیاد کو کھوکھلا کرنے والی بدعتوں سے مقابلہ کرنا تب واجب ہے جب امر بالمعروف ونہی از منکر کی شرائط موجود ہوں؟

آیا بدعتوں کے ساتھ مقابلہ اور مبارزہ کرنے کے لئے " احتمال تاثیر" شرط ہے؟کیا اس حوالے سے دینی علماء کا فریضہ مضاعف ہے؟کیا ظالم حکومت کا مقابلہ کرنا واجب ہے؟ اگر انسان کی جان یا مال خطرے میں ہو تو کیا پھر بھی ظالم حکومت سے مبارزہ کرنا واجب ہے؟ کیا عصر غیبت میں اسلامی حکومت کی تشکیل کے لئے تگ و دَو ضروری ہے؟ عصر غیبت میں اسلامی حکومت کی تاسیس، فقط علماء کا فریضہ ہے یا یہ ایک عمومی فریضہ ہے؟اسی طرح پہلوی رژیم کے دور سے مربوط دیگر دسیوں سوالات۔[27]

رضا شاہ پہلوی کی ناجائز حکومت کا تختہ الٹ کر انقلاب اسلامی جب کامیابی سے ہمکنار ہوا تو اسلامی جمہوریہ ایران کے سیاسی جدید نظام کی بنیاد مجلس[اسمبلی] سے تصویب شدہ قانون اساسی پر رکھی گئ۔ سنہ 1358 ہجری شمسی میں شیعہ فقہاء حکومت اور سیاسی قدرت کے میدان میں داخل ہوئے۔ چنانچہ انہوں نے زمام حکومت اپنے ہاتھ میں

لے لی اور ولایت فقیہ کو محور بنا کر عصر غیبت میں مطلوبہ حکومت کی بنیاد ڈالی۔

اس دور میں حکومت کی شکل و صورت سے مربوط مسائل، اسلامیت اور جمہوریت، قانون گزاری، ولایت فقیہ اور اس کے اختیارات، ولایت فقیہ کا لوگوں سے رابطہ، ولایت فقیہ کے انتخاب کی کیفیت، قوائے مقنّنہ، مجریہ اور قضائیہ کے ساتھ ولایت فقیہ کی نسبت، ولایت فقیہ پر مبنی سیاسی نظام میں سیاسی پارٹیاں، سرکاری قوا کی تفکیک اور اُن کی ولایت فقیہ سے نسبت، قانون گزاری میں عرف کا کردار، شورائے نگہبان کے ذریعے مجلس کے مصوبات کی تحقیقات میں معیار فتوا ہونا، اسلام میں مالکیت کی حدود اور وسعت، اسلامی حکومت کے اختیارات اور اُن کی عوام کے حقوق کے ساتھ نسبت، یہ وہ سیاسی، فقہی مسائل تھے جو شیعہ امامیہ سیاسی فقہ میں داخل ہوئے۔

اسی طرح قانون گزاری میں مصلحت کا کردار، بیرونی تجارت اور اس کے حدود قیود، صادرات اور برآمدات اسلامی، حکومت کے خارجہ تعلقات، مدنی آزادیوں کی حدود، اسلامی نظام میں دینی اقلیتوں کے حقوق، اسلامی معاشرے میں عورتوں کے حقوق، لوگوں کی ذاتی حریم اور اسلامی حکومت کے اختیارات سے اُس کی نسبت، عصر غیبت میں حدود کا اجراء، عادل فقہاء کی ولایت اور حکومت میں وحدت رہبری سے اس کی نسبت، عادل فقیہ کی ولایت کی جغرافیائی حدود کی تعیین وغیرہ جیسے سیاست اور حکومت سے مربوط ہزاروں مسائل و موضوعات بھی اسی دَور میں شیعہ امامیہ سیاسی فقہ میں داخل ہوئے۔

اِس دَور میں سماج، سیاست، ثقافت، اقتصاد، میڈیا اور سوشل میڈیا اور دیگر ارتباطات سے مربوط جدید مباحث حوزہ علمیہ کے تخصصی دروس میں داخل ہوئے۔ اور یوں شیعہ سیاسی فقہ اپنی زندگی کے جدید مرحلے میں داخل ہوئی۔ شیعہ سیاسی فقہ کے اِس دَور میں مذکورہ بالا موضوعات پر ہزاروں کتابیں اور مقالہ جات لکھے جا چکے ہیں۔ ان آثار کے چند نمونے درج ذیل ہیں:

1. آئندہ انقلاب اسلامی ایران، شہید مرتضی مطہری
2. حکومت جمہوری اسلامی، علی مشکینی
3. حکومت اسلامی، ناصر مکارم شیرازی
4. حکومت اسلامی، سید محمد روحانی
5. حکومت اسلامی در چشم انداز ما، شیخ جعفر سبحانی
6. آئین نامہ جمہوری اسلامی، سید محمد شیرازی، ترجمہ ذکراللہ احمدی
7. دراسات فی ولایت الفقیہ وفقہ الدولۃ الاسلامیہ، حسین علی منتظری
8. الحاکمیۃ فی الاسلام، محمد مھدوی موسوی خلخالی۔[28]

نتیجہ

اس تحقیق میں امامیہ سیاسی فقہ کی تاریخ اور مختلف اَدوار کا جائزہ لیا گیا ہے۔ یہاں مجموعی طور پر امامیہ سیاسی فقہ کے پانچ اَدوار کا ذکر ہوا ہے۔ اس تحقیق میں یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ شیعہ سیاسی فقہ کا آغاز عصرِ پیغمبر اکرم ﷺ سے ہوا ہے۔ آنحضرت ﷺ اور مولای متقیان حضرت علی علیہ السلام کے عصرِ حکومت کے آثار شیعہ سیاسی فقہ کا ایک اہم حصہ شمار ہوتے ہیں۔ نیز شیعہ حکمرانوں کے ساتھ شیعہ فقہاء کے باہمی تعاون کی فضا میں شیعہ سیاسی فقہ میں خاطر خواہ پیشرفت ہوئی۔ نیز ایران میں مشروطہ تحریک کے دوران اور انقلاب اسلامی ایران کی کامیابی کے بعد جدید سیاسی مسائل شیعہ فقہاء کی توجہ کا مرکز قرار پائے اور یوں شیعہ سیاسی فقہ نے بہت بڑا تکامل پایا۔

*****

References

---

1. Ibn Asir, *Al-Nahiyah fi Gharib al-Hadith*, Vol. 2, (Beirut, Makta al-Maarif, 1966), 421.

ابن اثیر، *النہایہ فی غریب الحدیث*، ج 2، (بیروت، مکتبۃ المعارف، 1966)، 421۔

2. Ibn Faris, *Mujam Muqais al-Gha*, Vol.4 (Beirut, Daralfiker,1399 SH), 424.

احمد ابن فارس، *معجم مقائیس اللغۃ*، ج4 (بیروت: دار الفکر، 1399ھ،ق)، 424۔

3. Mehmood bn Umar, Zamakhshri, *Al-Faiq fi Gharib Hadith*, (Cairo, Dar Ihya Kitub al-Arabiyyah, 1364 SH), np.

محمود بن عمر، زمخشری، *الفائق فی غریب الحدیث*، (قاہرہ، دار احیاء الکتب العربیہ، 1364ق)، صفحہ ندارد۔

4. Hussain bn Muhammad, Raghib Isfahani, *Muferdad Al-faaz Al-Qur'an*, (Tehran, Dar-ul-Ilam-Al-Dar al-Shamiya, 1412 AH), 384.

حسین بن محمد، راغب اصفہانی، *مفردات الفاظ القرآن*، (تہران، دار العلم-الدار الشامیۃ، 1412ھ-ق)، 384۔

5. Muhammad bn Makram al-Afriqi, Ibn Manzoor, *Lisaan al-Arab*, Vol. 13 (Qom, Nashaar Adab al-Hawzah, 1405 AH), 522; Raghib Isfahani, *Muferdad Al-faaz Al-Qur'an*, 384; Mustafawi, *Tahaqiq fi Kalamat al-Qur'an*, Vol. 9, (Tehran Wazarat Frang wa Irshad Islami, 1405 AH), 124.

محمد بن مکرم الافریقی، ابن منظور، *لسان العرب*، ج13 (قم: نشر ادب الحوزہ، 1405ق)، 522؛ راغب اصفہانی،

مفردات الفاظ القرآن384؛ مصطفوی، التحقیق فی کلمات القرآن ، ج9 (تہران، وزارت فرہنگ و ارشاد اسلامی، 369ھ،ش)، 124۔

6. Hussain bn Muhammad, Raghab Esfahani, *Muferdad Al-faaz Al-Qur'an*, (Tehran, Dar-ul-Al-Dar al-Shamiya, 1412 AH), 384.

حسین بن محمد، راغب اصفہانی،مفردات الفاظ القرآن، 384۔

7. Ibn Asir, *Al-Nahiyah fi Gharib al-Quran*, Vol. 3, 465.

ابن اثیر،النھایۃ فی غریب القرآن ،ج3، 465۔

8. Ali Mishkini, *Mastahaat al-Fiqah*, (Qom, Mossah Darul Hadith, 1392 SH), 180.

علی مشکینی، مصطلحات الفقہ، (قم، موسسہ دار الحدیث، 1392ھ،ش)، 180۔

9 . Imam Khomeini, *Al-Ijtihad wa Taqleed*, (nc., Nisher Asaar Imam Khomeini, 1381 SH), 13.

امام خمینیؒ،الاجتہاد والتقلید، (شہر ندارد، نشر آثار امام خمینی، 1381)، 13۔

10. Ibn Asir, *Al-Nahiyah fi Gharib al-Quran*, Vol. 3, 465.

ابن اثیر ،النھایۃ فی غریب القرآن ، ج 3، 465۔

11. Syed Jawad Warai, *Darsanaba Fiqh Saiyasiya*, (Mashhad, Pasro Hashai Islami Astan Quds Rizvi, 1397 SH), 7.

سیدجواد ورعی،درسنامہ فقہ سیاسی، (مشہد،بنیاد پژوہشہای اسلامی آستان قدس رضوی، 1397)،7۔

12. Abbas Ali, Umid Zanjani, *Fiqh al-Sayasiya*, Vol. 1 (Tehran, Amir Kabir, 1377 SH), 76.

عباسعلی، عمید زنجانی، فقہ سیاسی،ج 1(تہران،امیر کبیر ،1377)،76۔

13. Syed Jawad Warai, *Darsanaba Fiqh Saiyasiya*, 7.

سیدجواد ورعی،درسنامہ فقہ سیاسی، 7۔

14. Mahmood Shahabi, Tarikh Fiqh wa Fiqhah, (Tehran, Wazarat Farng wa arshad Islami, 1387 SH), 133.

محمود شہابی، تاریخ فقہ وفقہاء، (تہران، وزارت فرہنگ و ارشاد اسلامی ،1387ش)،133۔

15. Dr. Khosrowi, Bagheri, Nagai Dobara ba Tarbiyat Islami, Vol. 1, (Tehran, Burhan School Cultural Institute, 1389 SH), 53.

ڈاکٹر خسرو، باقری،نگاہی دوبارہ بہ تربیت اسلامی، ج۱، (تہران، موسسہ فرہنگی مدرسہ برہان،1389ہ.ش)،53

16 . Effendi Isfahani, Mirza Abd Allah, Guzarshi az Kitab Feroza Shujaiyya, ba jehd Sida Sunnah Sultan Hussainia, ba Koshish Rasul Jafarian (Iran, np, 1378 SH/ 1420 AH), 30, 38.

افندی اصفہانی، میرزا عبداللہ،**گزارشی ازکتاب فیروزہ شجاعیہ، بہ جہت سدہ سنیہ سلطان حسینیہ**،
بہ کوشش رسول جعفریان(ایران، ناشر ندارد،1378ھ، بمطابق1420ھ،ق)،30,38۔

17. Sheikh Muhammad, Hassoun, *Hayat al-Haqiq al-Kirki*, Vol. 1, (Tehran, np., nd.), 455-456.

شیخ محمد، حسون،*حیات المحقق الکرکی*،ج1، (تہران، شہر ندارد، ناشر ندارد، سن ندارد)، 455-456۔

18. Rasul Jafarian, *Deen wa Siasat dar Dora Safavi*, (Qum, Ansarian, 1370 SH), 141-133.

رسول جعفریان، *دین وسیاست دردورہ صفوی*، (قم، انصاریان، 1370)، 141-133

19. Rajabi, Muhammad Hussain (Dawani), *Arah Fiqahan Aser Safavi Darbara Tahmil ba Hukumat ha*, Majala Tarikh w Tamdan Islami, Serial Issue 9, (Pygah Majalaat Tehzesi Noor, Bahar wa Tabastan 1388 SH), 59-68.

رجبی، محمد حسین (دوانی)، *آراء فقیہان عصر صفوی دربارہ تعامل با حکومت ھا*، مجلّہ تاریخ وتمدن اسلامی، مسلسل شمارہ 9، (پایگاہ مجلات تخصصی نور، بہار وتابستان1388ھ، ش)، 59-68۔

20. Jami az Nawastgan doazdah Risalah Faiqai, Darbara Nmaz Juma dar Aser Safavi, ba koshish Rasul Jafarian (Qom, Antarhat Ansariyan, 1381 SH), np.

جمعی از نویسندگان دوازدہ رسالہ فقہی، دربارہ نماز جمعہ در عصر صفوی، بہ کوشش رسول جعفریان،(قم انتشارات انصاریان،1381ھ، ش)، ندارد۔

21. Syed Jawad, Warai, *Darsnameh Fiqh al-Saisiyyah*, (Qum, Antarhat Subhan, 1396 SH), 35.

سید جواد، ورعی، *درسنامہ فقہ سیاسی*، (قم،انتشارات سبحان،1396ھ)،35۔

22. Rasool Jafarian, Doarda Risalah Fiqhi darbara Namaz –e-Jumah azrozgar Safavi, (Qum, Ansarian 1381 SH), 15-16.

رسول جعفریان،*دوازدہ رسالہ فقہی دربارہ نماز جمعہ از روزگار صفوی*، (قم،انصاریان 1381)، 15-16

23. Syed Jamal al-Din Hussaini, *Majmoah Asaar*, Namah Hawasnaad Siyasi Tarikhi, bakoshish Syed Hadi Khusrupanah, Tehran: Kalba Shuroq, Vol. 40, (Qom, Barsiahi Islami 1379 SH), 187.

سید جمال الدین حسینی، اسد آبادی، *مجموعہ آثار، نامہ ہا و اسناد سیاسی - تاریخی*، بہ کوشش سید ہادی خسروپناہ، ج40،
(تہران: کلبہ شروق؛ قم، مرکز بررسیہای اسلامی، 1379)، 187 ۔

24. Kashif al-Ghata, *Namona Ahi Ikhlaqi dar Islam*, Najaf., np., nd.), 64.

کاشف الغطاء،*الدین والاسلام* ، (نجف، ناشر ندارد، سن ندارد)، 64۔

25. Muhammad Hussain Kashif al-Ghita, Al-Din wa Islam Ahodawahat IlIlamiat, Vol. 1, (Tehran, Majma Jahani Ahl al-Bayt (peace be upon him), 1432 AH), 107-108.

محمد حسین کاشف الغطاء،*الدین و الاِسلام اِو الدعوۃ الاِسلامیۃ*،ج1، (تہران، مجمع جہانی اہل بیت(علیہم السلام)، 1432ھ۔ ق)،107۔108۔

26. Kashif al-Ghata, *Jinnah al-Mawi*, (nc., Dalil Ma, 1429 AH), pp. 14-15.

کاشف الغطأ،*جنۃ الماوی*،، (شہر ندارد، دلیل ما،1429ھ،ق)،14-15۔

27. Rouhani, Nahzat Imam Khomeini, Vol. 1, (Tehran, Shirkat Sahami Intashaar, nd.), 247-248.

روحانی،*نہضت امام خمینیؒ*،ج1، (تہران: شرکت سہامی انتشار، سن ندار)، 247-248۔

28. Warai, *Darsnameh Fiqh al-Saisiyyah*, 47.

ورعی،*درسنامہ فقہ سیاسی*، 47۔

عصرِ غیبت میں اسلامی حکومت کے قیام پر اعتراضات کا جائزہ

Evaluation of Objections to the Establishment of Islamic Government in the Age of Occultation

Open Access Journal
Qtly. Noor-e-Marfat
eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nooremarfat.com
Note: All Copy Rights are Preserved.

Ghulam Qanbar Haidari
Ph.D Scholar; Almustafa International University; Mashhad, Iran.
E-mail: qumberhaider55@gmail.com

Abstract:

It has been claimed that the establishment of an Islamic government during the Great Absence of Imam al-Zamana (a.s) is equivalent to the establishment of a Taghut government. Because the responsibility of the Shiites in the time of absence of their Imam is to keep silent, not to leave their homes, avoid unnecessary contact with people, *taqiyyah* and to protect their lives, property and faith. In the present article, this claim has been examined. This article also examines whether it is forbidden, permissible or compulsory to follow an expert (Mujtahid) during the time of occultation of Imam al Zamana (a.s)?

According to the author, the traditions which the plaintiff has presented as arguments on this claim are incapable of being arguments. The reason for this is that all these hadiths are the single news; not frequent ones. Surely, such hadiths don't have any credibility in the light of the science of *Darayat al-Hadith*.

And even if these traditions are accepted as correct, the meaning of these traditions is doubtful. Because some of these traditions prevent accepting the rule of Taghut, and some of them imply that if someone establishes a government

by presenting himself as the Imam of the time, his government, a Taghut government. Similarly, the traditions that command *taqiyyah* are also related to situations where a person is certain of irreparable loss of life and property.

According to the author of the paper, even if the traditions relied on by the plaintiff are accepted as correct in terms of their narration, they don't prove the claim of plaintiff. Because they are against those verses of the Holy Quran and those reliable hadiths of the innocents which stress upon the struggle against oppressors and obligate every Muslim to command for the good and forbid from evil.

Key words: Islamic Government, Age of Occultism, Revolution, *Taqiyyah*, Imam al-Zamana (a.s.).

خلاصہ

پیش نظر مقالہ میں اس دعویٰ کا جائزہ لیا گیا ہے کہ امام زمانہ علیہ السلام کی غیبت کبریٰ میں دَور میں اسلامی حکومت کا قیام کے لیے تگ و دَو گویا ایک طاغوتی حکومت کا قیام کے لیے تگ و دَو کے مساوی ہے۔ کیونکہ زمانہِ غَیبت میں شیعوں کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ سکوت اختیار کریں، اپنے گھروں سے باہر نہ نکلیں، لوگوں سے غیر ضروری میل ملاپ سے پرہیز کریں، تقیہ کریں اور اپنے جان ومال اور ایمان کی حفاظت کریں۔

اِس مقالے میں اِس دعوے کا بھی جائزہ لیا گیا ہے کہ آیا امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی غیبت کے زمانہ میں تقلید کرنا حرام ہے یا جائز اور واجب؟ مقالہ نگار کے مطابق مدعی نے اِس دعوی پر جن روایات کو بطور دلیل پیش کیا ہے وہ دلیل بننے سے قاصر ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ سب روایات، خبر واحد ہیں جس کا درایۃ الحدیث کے علم کی روشنی میں کوئی اعتبار نہیں ہے۔

اور اگر بالفرض ان روایات کو صحیح بھی مان لیا جائے تو بھی ان روایات کی دلالت مخدوش ہے۔ کیونکہ ان میں سے بعض روایات طاغوت کی حکومت قبول کرنے سے روکتی ہیں اور بعض کی دلالت اِس امر پر ہے کہ اگر کوئی عصرِ غیبت میں اپنے آپ کو امام زمانہ کی حیثیت سے پیش کرتے ہوئے حکومت بنائے گا تو اس کی حکومت، ایک طاغوتی حکومت ہو گی۔ اسی طرح جو روایات تقیہ کا حکم دیتی ہیں ان کا تعلق بھی ایسے حالات سے ہے جہاں یقینا ایک شخص کو اپنی جان ومال کے نا قابل تلافی نقصان کا یقین ہو۔

مقالہ نگار کے مطابق، مدعی نے جن روایات کا سہارا لیا ہے اگر وہ اپنی سند کے لحاظ سے درست بھی مان لی جائیں تب بھی ان کی مدعا پر دلالت نامکمل ہے کیونکہ یہ قرآن مجید کی اُن آیات اور معصومین علیہم السلام کی اُن معتبر احادیث کے ساتھ متصادم ہیں جن میں جہاد اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا ہر مسلمان پر واجب قرار دیا گیا ہے۔

کلیدی کلمات: اسلامی حکومت، عصرِ غیبت، انقلاب، تقیہ، امام زمانہ ؑ۔

تعارف

اس میں شک نہیں ہے کہ جہلاء نے ہر دَور میں علماء کی مخالفت کی ہے اور ہمارے دَور میں بھی ایسے لوگوں کی کوئی کمی نہیں ہے۔ اِن جہلاء کا طریقِ کار یہ ہے کہ یہ قرآنی آیات کی من پسند تفسیر کرتے ہیں تو کبھی اہل بیت اطہار علیہم السلام کے فرامین سے من پسند کے مطالب اخذ کرتے ہیں۔ یقینا ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ جس نے بھی اپنی رائے کے مطابق میرے فرمان کی تفسیر کی اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

جہلائے عصر نے جن موضوعات میں علماء کی مخالفت کی ہے، ان میں سے ایک اہم موضوع، امام زمانہ عج اللہ فرجہ الشریف کی غیبت کے زمانے میں اسلامی حکومت و اقتدار کے قیام کے لیے تگ و دَو ہے۔ ان جہلاء کا دعوی یہ ہے کہ امام زمانہ علیہ السلام کی غیبت کبریٰ میں دَور میں اسلامی حکومت کا قیام گویا طاغوتی حکومت کا قیام ہے۔ لہٰذا زمانہِ غَیبت میں شیعوں کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ سکوت اور خاموشی اختیار کریں، اپنے گھروں سے باہر نہ نکلیں، لوگوں سے غیر ضروری میل ملاپ سے پرہیز کریں، تقیہ کریں اور اپنے جان و مال اور ایمان کی حفاظت۔

یقینا ان لوگوں نے چند روایات کو اپنے مدعا کی دستاویز کے طور پر پیش کیا ہے۔ ذیل میں اِس دعویٰ اور اس کی دلیل کے طور پر پیش کی جانے والی روایات کا تحلیلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

عصرِ غیبت کا فریضہ: تقیہ اور سکوت؟

جن لوگوں کا یہ دعویٰ ہے کہ زمانہِ غَیبت میں شیعوں کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ سکوت اور خاموشی اختیار کریں، تقیہ کریں اور اسلامی حکومت کے قیام کے لیے ہر قسم کی سیاسی جدوجہد سے پرہیز کریں انہوں نے اپنے دعویٰ کے حق میں چند روایات بیان کی ہیں۔ یہ رویات درج ذیل ہیں:

1) ابو بصیر نے امام جعفر صادقؑ سے غَیبت کے دوران شیعوں کے فریضے کے بارے میں پوچھا تو امامؑ نے فرمایا: جب قائمؑ کی غَیبت کا زمانہ ہو تو اپنے گھروں میں خاموشی سے بیٹھے رہو؛ یہاں تک کہ طاہر ابن طاہر المطہر امام زمانہؑ کا ظہور ہو۔[1]

2) حسین بن خالد نے امام علی رضاؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جب تک زمین و آسمان خاموش ہیں تم شیعہ بھی خاموش رہو؛ ہنگامے مت کرو اور نہ ہی تمہیں کسی قیام کی اجازت ہے۔[2]

3) (3) نیز حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منسوب ہے کہ آپ نے فرمایا: "ہر پرچم (تحریک وغیرہ) جو ظہورِ قائمؑ سے پہلے بلند ہو گا اُس پرچم کا قائد طاغوت ہے۔"[3]

4) امام جعفر صادقؑ نے سُدیر سے فرمایا: اے سدیر اپنے گھر میں بیٹھ وہاں ہی توقف کر جب تک زمیں و آسمان توقف میں ہے اور اس وقت تک آرام کر و جب تک تم کو سفیانی کے خروج کی خبر نہ پہنچ جائے جب تم کو سفیانی کے خروج کی خبر پہنچے تو ہماری طرف حرکت کرو اگرچہ پیادہ ہی آنا پڑے۔[4]

5) جابر جُعفی نے امام باقر علیہ السلام سے پوچھا: مولا زمانہِ غَیبت میں مومن کو کیا کرنا چاہیے؟ امامؑ نے فرمایا اپنی زبان کی حفاظت کرے اور گھر میں بیٹھے۔[5]

6) امام علی علیہ السلام نے فرمایا: زمین تھام کے بیٹھے رہو مشکلات اور مصائب پر صبر کرو اپنے ہاتھوں کو حرکت نہ دو جس کام کی عُجلت اللہ کو نہیں، تمہیں جلد بازی کی ضرورت کیا ہے۔[6]

7) امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: جس شخص نے خروج قائم (عج) سے پہلے تقّیہ ترک کیا، اُس کا ہم آلِ محمد علیہ السلام سے کوئی تعلق نہیں۔[7]

8) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ہر بیعت جو ظہورِ قائم (عج) سے پہلے کی جائے گی وہ کفر و نفاق کی بیعت ہے۔[8]

9) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب ظہورِ امام زمانہ (عج) کا وقت قریب ہو تو تمہیں مزید شدت سے تقّیہ کرنا چاہیے۔[9]

مذکورہ بالا روایات کا تحلیلی جائزہ

مذکورہ بالا روایات سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے زمانہ غیبت میں آپ کے ماننے والوں کا فریضہ، سکوت اختیار کرنا اور تقیہ ہے۔ اور اس زمانے میں شیعوں کی طرف سے ہر قسم کی انقلابی تحریک چلانا یا اسلامی حکومت کے قیام کے دَرپے ہونا، بدعت اور ناجائز ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ روایات اس مطلب پر دلالت نہیں کرتیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جیسا کہ ہم جانتے ہیں، کسی بھی روایت سے کسی مطلب پر صرف اُسی صورت میں استدلال کیا جا سکتا ہے جب یہ روایات، سند اور دلالت، دونوں کے لحاظ سے خدشہ دار نہ ہو۔ جبکہ مذکورہ بالا روایات میں یہ معیار نہیں پایا جاتا۔

لٰہذا زمانہ غیبت میں سماجی ظلم و ستم کے مقابلے میں سکوت اختیار کرنا اور تقیہ کو شیعوں کا فریضہ قرار دینا، دینی تعلیمات کے عین منافی، بلکہ ایک سنگین خیانت ہے۔ کیونکہ وہ روایات جن میں امام زمان (عج) کے ظہور سے پہلے قیام سے منع کیا گیا ہے، وہ ساری خبر واحد ہیں۔ اور اگر ان کے سلسلہ سند پر بحث نہ بھی کی جائے تو ان کا متن قرآن کریم کی تعلیمات کے خلاف ہے۔ اسی طرح یہ آئمہ ہدی علیہم السلام کی سیرت کے بھی خلاف ہے۔ قرآن کریم کی بہت سی آیات، نیز آئمہ معصومین علیہم السلام کی روایات ہر ظالم اور طاغوت کے خلاف جہاد اور ہر ظالمانہ اور طاغوتی سیاسی سماجی نظام کی تبدیلی کے لیے تگ ودَو کا حکم دیتی ہیں۔ اسی طرح قرآن و سنّت میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم بڑی تاکید کے ساتھ بیان ہوا ہے۔ ہر ظالم و فاسق کے خلاف جہاد کا حکم دیا گیا ہے۔

پس وہ روایات جو سکوت اختیار کرنے، تقیہ اپنانے اور ہر ظالم و فاسق کی حکمرانی کو قبول کرنے پر دلالت کرتی ہوں، بطورِ مطلق قابل قبول نہیں ہیں اور انہیں محض معروضی حالات و شرائط میں ہی قبول کیا جاسکتا ہے؛ اور وہ بھی شرائط کے ساتھ۔ اب ہم ذیل میں قرآن و سنّت کے اُن مسلمات کا جائزہ لیں گے جو اسلامی سماج و اقتدار کے قیام کی ضرورت اور اہمیت پر دلالت کرتے ہیں۔

1. سیاسی، سماجی نظام کی تبدیلی: ایک الٰہی فریضہ

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو برے سماج اور سماجی نظام کے بدلنے کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو اسی ہدف کے لیے مبعوث فرمایا۔ خداوند تعالی نے ہر نبی کی قوم کو اپنی بُری سماجی حالت کو بدلنے کا حکم دیا۔ البتہ اس حوالے سے قانون اور سنّتِ پروردگار یہ ہے کہ اُس نے ہدایت و ارشاد تو فرمایا ہے لیکن کسی بھی سماجی سیاسی نظام کی تبدیلی کا معاملہ خود لوگوں کے سپرد کیا ہے اور یہ واضح کر دیا ہے کہ جب تک لوگ خود اپنی حالت کو نہ بدلیں، خدا بھی اُن کی حالت نہیں بدلتا۔ جیساکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: إِنَّ اللّهَ لاَ يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّى يُغَيِّرُواْ مَا بِأَنْفُسِهِمْ وَإِذَا أَرَادَ اللّهُ بِقَوْمٍ سُوءًا فَلاَ مَرَدَّ لَهُ وَمَا لَهُم مِّن دُونِهِ مِن وَالٍ (11:13) ترجمہ: "بے شک اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت کو نہ بدلے، اور جب اللہ کسی قوم کی برائی چاہتا ہے پھر اسے کوئی نہیں روک سکتا، اور اس کے سوا ان کا کوئی مددگار نہیں ہو سکتا۔" بقول شاعر ؎

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

لٰہذا یہ ہر معاشرے اور سماج کے لوگوں کو ہر دَور میں فریضہ ہے کہ وہ بُرے سماج، اور ظالمانہ و فاسقانہ نظام حکومت کو بدلیں اور صالح سماج اور عادل حکومتوں کے قیام کے لیے تگ ودَو کریں اور قرآن کریم نے اس معاملہ میں عصر غیبت و عصرِ ظہور میں کوئی تفریق روا نہیں رکھی ہے۔

2. قرآن کریم اور جہاد کا حکم

قرآن مجید میں بہت سی آیات جہاد اور ظلم کے خلاف قیام کرنے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بارے میں ہیں۔ ذیل میں ہم وہ آیات اور روایات پیش کرتے ہیں جن میں جہاد کا حکم دیا گیا ہے۔

1۔لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَ الْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَ أَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَ أَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً وَ كُلًّا وَعَدَ اللهُ الْحُسْنَى وَ فَضَّلَ اللهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ أَجْراً عَظِيماً دَرَجَاتٍ مِنْهُ وَ مَغْفِرَةً وَ رَحْمَةً (4:95،96)

ترجمہ: "بغیر کسی عذر کے گھر میں بیٹھنے والے مؤمنین اور راہ خدا میں جان و مال سے جہاد کرنے والے یکساں نہیں ہو سکتے، اللہ نے بیٹھے رہنے والوں کے مقابلے میں جان و مال سے جہاد کرنے والوں کا درجہ زیادہ رکھا ہے، گو اللہ نے سب کے لیے نیک وعدہ فرمایا ہے، مگر بیٹھنے والوں کی نسبت جہاد کرنے والوں کو اجر عظیم کی فضیلت بخشی ہے۔ (ان کے لیے) یہ درجات اور مغفرت اور رحمت اللہ کی طرف سے ہے۔

2۔وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللّهِ وَعَدُوَّكُمْ (8:60)

ترجمہ: "اور ان سے لڑنے کے لیے جو کچھ قوت سے اور صحت مند گھوڑوں سے جمع کر سکو سو تیار رکھو کہ اس سے اللہ کے دشمنوں پر اور تمہارے دشمنوں پر اور ان کے سوا دوسروں پر رعب پڑے۔"

3۔وَلَن يَجْعَلَ اللّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلاً (4:141)

ترجمہ: "اللہ کافروں کو مسلمانوں کے مقابلہ میں ہر گز غالب نہیں کرے گا۔"

4۔قُلْ إِن كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَآؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُم مِّنَ اللّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُواْ حَتَّى يَأْتِيَ اللّهُ بِأَمْرِهِ وَاللّهُ لاَ يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ (9:24)

ترجمہ: "کہہ دے اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور بیویاں اور برادری اور مال جو تم نے کمائے ہیں اور سوداگری جس کے بند ہونے سے تم ڈرتے ہو اور مکانات جنہیں تم پسند کرتے ہو تمہیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیارے ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم بھیجے، اور اللہ نافرمانوں کو راستہ نہیں دکھاتا۔"

5۔فَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَجَاهِدْهُم بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا (25:52)

ترجمہ: "پس کافروں کا کہانہ مان ان کے ساتھ بڑے زور کا مقابلہ کر۔"

6-يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُم مِّنَ الْحَقِّ يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَن تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ إِن كُنتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِي وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي تُسِرُّونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنتُمْ وَمَن يَفْعَلْهُ مِنكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ (1:60)

ترجمہ: "اے ایمان والو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ تم انہیں خبریں پہنچاتے ہو دوستی سے حالانکہ وہ منکر ہیں اس حق کے جو تمہارے پاس آیا گھر سے جدا کرتے ہیں رسول کو اور تمہیں اس پر کہ تم اپنے رب اللہ پر ایمان لائے اگر تم نکلے ہو میری راہ میں جہاد کرنے اور میری رضا چاہنے کو تو ان سے دوستی نہ کرو تم انہیں خفیہ پیام محبّت کا بھیجتے ہو اور میں خوب جانتا ہوں جو تم چھپاؤ اور جو ظاہر کرو اور تم میں جو ایسا کرے وہ بے شک وہ سیدھی راہ سے بہکا۔"

7-وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ مِّلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِن قَبْلُ وَفِي هَذَا لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاعْتَصِمُوا بِاللَّهِ هُوَ مَوْلَاكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلَى وَنِعْمَ النَّصِيرُ (78:22)

ترجمہ: "اور اللہ کی راہ میں کوشش کرو جیسا کوشش کرنے کا حق ہے، اس نے تمہیں چُنا ہے اور دین میں تم پر کسی طرح کی سختی نہیں کی، تمہارے باپ ابراہیم کا دین ہے، اسی نے تمہارا نام پہلے سے مسلمان رکھا تھا اور اس قرآن میں بھی تاکہ رسول تم پر گواہ بنے اور تم لوگوں پر گواہ بنو، پس نماز قائم کرو اور زکوۃ دو اور اللہ کو مضبوط ہو کر پکڑو، وہی تمہارا مولیٰ ہے، پھر کیا ہی اچھا مولیٰ اور کیا ہی اچھا مددگار ہے۔"

8-وَقَاتِلُواْ فِي سَبِيلِ اللّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلاَ تَعْتَدُواْ إِنَّ اللّهَ لاَ يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ (190:2)

ترجمہ: "اور لڑو اللہ کی راہ میں ان سے جو تم سے لڑتے ہیں اور (ان پر بھی) زیادتی نہ کرنا۔ بیشک اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا زیادتی کرنے والوں کو۔"

9-وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لاَ تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلّهِ فَإِنِ انتَهَواْ فَلاَ عُدْوَانَ إِلاَّ عَلَى الظَّالِمِينَ (193:2)

ترجمہ: "اور لڑتے رہو ان سے یہاں تک کہ نہ رہے فتنہ (وفساد) اور ہو جائے دین صرف اللہ کے لیے پھر اگر وہ باز آ جائیں (تو سمجھ لو) کہ سختی (کسی پر) جائز نہیں مگر ظالموں پر۔"

10-فَمَنِ اعْتَدَى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُواْ عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَى عَلَيْكُمْ وَاتَّقُواْ اللّهَ وَاعْلَمُواْ أَنَّ اللّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ (194:2)

ترجمہ: "جو تم پر زیادتی کرے تم اس پر زیادتی کرلو (لیکن) اسی قدر جتنی زیادتی اس نے تم پر کی ہو۔ اور ڈرتے رہا کرو اللہ سے اور جان لو یقیناً اللہ (نصرت) پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔"

11- فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللّهِ الَّذِينَ يَشْرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالآخِرَةِ وَمَن يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللّهِ فَيُقْتَلْ أَو يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا (74:4)

ترجمہ: "پس چاہیے کہ لڑا کریں اللہ کی راہ میں (صرف) وہ لوگ جنھوں نے بیچ دی ہے دنیا کی زندگی آخرت کے عوض اور جو شخص لڑے اللہ کی راہ میں پھر (خواہ) مارا جائے یا غالب آئے تو (دونوں حالتوں میں) ہم دیں گے اسے اجر عظیم۔"

11- الَّذِينَ آمَنُواْ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّهِ وَالَّذِينَ كَفَرُواْ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ فَقَاتِلُواْ أَوْلِيَاء الشَّيْطَانِ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا (76:4)

ترجمہ: "جو ایمان لائے ہیں وہ جنگ کرتے ہیں اللہ کی راہ میں اور جو کافر ہیں وہ جنگ کرتے ہیں طاغوت کی راہ میں تو (اے ایمان والو) لڑو شیطان کے حامیوں سے بیشک شیطان کا فریب کمزور ہے۔"

3. روایات اور جہاد کا حکم

قرآن کریم کی آیات کی طرح معصومین علیہم السلام کی روایات میں بھی ظلم کے خلاف قیام کرنے اور جہاد کا حکم بیان ہوا ہے۔ یہاں ہم چند روایات نقل کرتے ہیں:

1- قال رسول الله حرس ليلةٍ فی سبيل اللّه عزّ و جلّ افضل من الف ليلةٍ يقام ليلها و يصام نهارها۔

ترجمہ: "رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ایک رات کی چوکیداری اللہ کی راہ میں ایک ہزار سال کی نماز اور روزے سے افضل ہے۔"[10]

2- قال رسول الله أَبِي أُمَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اَللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ يَقُولُ: مَنْ رَمَى بِسَهْمٍ فِي سَبِيلِ اَللَّهِ فَبَلَغَ أَخْطَأَ أَوْ أَصَابَ كَانَ سَهْمُهُ ذَلِكَ كَعِدْلِ رَقَبَةٍ مِنْ وُلْدِ إِسْمَاعِيلَ۔

ترجمہ: "ابی امامہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اللہ کی راہ میں تیر پھینکے گا وہ تیر نشانے پر لگے یا خطا کر جائے اس کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک غلام آزاد کرانے کا ثواب ملے گا۔"[11]

3- قال رسول الله صلى الله علیه و آله: إنَّ اللَّهَ يُبغِضُ رجُلاً يُدخَلُ عَلَيهِ في بَيتِهِ و لايُقاتِلُ۔

ترجمہ: "رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ کے نزدیک مبغوض وہ آدمی ہے جس کے گھر پر حملہ ہو اور وہ جنگ نہ کرے۔"[12]

4-قال رسول الله فَوقَ كُلِّ ذِي بِرٍّ بِرٌّ حتّى يُقتَلَ الرجُلُ في سبيلِ اللّه، فإذا قُتِلَ في سبيلِ اللّه فليسَ فَوقَهُ بِرٌّ۔

ترجمہ: "رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر نیکی کے اوپر نیکی ہے؛ یہاں تک کہ انسان اللہ کی راہ میں شہید ہو جائے۔ جب انسان اللہ کی راہ میں شہید ہو جائے تو اس کے اوپر کوئی نیکی نہیں ہے۔"[13]

5- قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ص مَنْ قُتِلَ دُونَ مَظْلِمَتِهِ فَهُوَ شَهِيد۔

ترجمہ: "رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر شخص جو ستم کا دفاع کرتے ہوئے مارا جائے وہ شہید ہے۔"[14]

6-قال رسول الله إنَّ اللّه يُحِبُّ الرَّجُلَ القَوِيَّ المُبْدِئَ المُعيدَ عَلَى الْفَرَسِ المُبْدِئَ المُعيدِ

ترجمہ: "رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا طاقتور مرد جو ہمیشہ جہاد کے لیے تیار رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو پسند کرتا ہے۔"[15]

7- قال رسول الله مَن قُتِلَ دُونَ مالِهِ فَهُوَ شَهيدٌ

ترجمہ: "رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص بھی اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے قتل ہو جائے وہ شہید ہے۔"[16]

8- قال الباقر كلُّ ذَنبٍ يكفِّرُهُ القَتلُ في سَبيلِ اللّهِ عزّ و جلّ إلّا الدَّينَ لا كفّارَةَ لَهُ إلّا أداؤهُ، أو يقضِي صاحِبُهُ، أو يعفُو الذی لَهُ الحَقُّ

ترجمہ: "امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ کی راہ میں شہید ہونے سے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں لیکن قرض والا گناہ معاف نہیں ہوگا جب اس کے صاحب کو ادا کیا جائے یا جب سے قرض لیا ہے وہ معاف کر دے۔"[17]

9-رَسُولُ اللَّهِ صلى الله علیه و آله: يَخْرُجُ نَاسٌ مِنَ الْمَشْرِقِ فَيُوَطِّئُونَ لِلْمَهْدِيّ

ترجمہ: "رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا ایک مرد مشرق سے قیام کرے اور امام مہدی (عج) کے ظہور کے لیے راہ ہموار کرے گا۔"[18]

10-قال الباقر علیه السلام: كَأَنِّي بِقَوْمٍ قَدْ خَرَجُوا بِالْمَشْرِقِ يَطْلُبُونَ الْحَقَ فَلَا يُعْطَوْنَهُ ثُمَّ

يَطْلُبُونَهُ فَلَا يُعْطَوْنَهُ فَإِذَا رَأَوْا ذَلِكَ وَضَعُوا سُيُوفَهُمْ عَلَى عَوَاتِقِهِمْ فَيُعْطَوْنَ مَا سَأَلُوهُ فَلَا يَقْبَلُونَهُ حَتَّى يَقُومُوا وَ لَا يَدْفَعُونَهَا إِلَّا إِلَى صَاحِبِكُمْ قَتْلَاهُمْ شُهَدَاءُ أَمَا إِنِّي لَوْ أَدْرَكْتُ ذَلِكَ لَاسْتَبْقَيْتُ نَفْسِي لِصَاحِبِ هَذَا الْأَمْرِ۔

ترجمہ: "امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں ایک قوم کو دیکھ رہا ہوں جو مشرق سے قیام کرے گی اور وہ حق کے طلبگار ہوں گے ان کو حق نہیں دیا جائے گا پھر وہ حق کو طلب کریں گے پس ان کو حق نہیں دیا جائے گا جب وہ یہ دیکھیں گے تو تلواریں ننگی کرلے گے اور ان کی گردنوں پر تلواریں رکھ لیں گے اس وقت ان کو ان کا حق دیں گے لیکن وہ قبول نہیں کریں گے وہ آپ کے صاحب کے علاوہ کسی کو تحویل نہیں دیں گے ان کے قتل ہونے والے شہید ہیں کاش میں اس وقت کو درک کرتا میں اپنی جان کو اس صاحب الامر کی مدد میں قربان کرتا۔"[19]

11- قال الكاظم عليه السلام: رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ قُمَّ يَدْعُو النَّاسَ إِلَى الْحَقِّ يَجْتَمِعُ مَعَهُ قَوْمٌ كَزُبَرِ الْحَدِيدِ لَا تُزِلُّهُمُ الرِّيَاحُ الْعَوَاصِفُ وَ لَا يَمَلُّونَ مِنَ الْحَرْبِ وَ لَا يَجْبُنُونَ وَ عَلَى اللَّهِ يَتَوَكَّلُونَ وَ الْعاقِبَةُ لِلْمُتَّقِين

ترجمہ: "امام موسی کاظم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ قم سے ایک مرد لوگوں کو حق کی طرف دعوت دے گا لوگوں لوہے کی طرح اس کے ساتھ جمع ہو جائیں گے ان کو سخت آندھیاں بھی لرزا نہیں سکتی اور وہ جنگ سے تھکنے والے ڈرپوک نہیں ہیں اور وہ اللہ پر توکل رکھنے والے ہیں اور عاقبت متقیّوں کے لیے ہے۔"[20]

4. قرآن کریم اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم

قرآن مجید میں بہت سی آیات میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم بیان ہوا ہے۔ ذیل میں ہم وہ آیات پیش کرتے ہیں جن میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم آیا ہے۔

1۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ ο (8:5)

ترجمہ: "اے ایمان والو! اللہ کے واسطے انصاف کی گواہی دینے کے لیے کھڑے ہو جاؤ"۔

2۔ وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ο (104:3)

ترجمہ: "اور چاہیے کہ تم میں سے ایک جماعت ایسی ہو جو نیک کام کی طرف بلاتی رہے اور اچھے کاموں کا حکم کرتی رہے اور برے کاموں سے روکتی رہے، اور وہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔"

3۔ كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُم مِّنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ ο (110:3)

ترجمہ: "تم سب امتوں میں سے بہتر ہو جو لوگوں کے لیے بھیجی گئی ہیں اچھے کاموں کا حکم کرتے رہو اور برے کاموں سے روکتے رہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو، اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو ان کے لیے بہتر تھا، کچھ ان میں سے ایماندار ہیں اور اکثر ان میں سے نافرمان ہیں۔"

4۔ يُؤْمِنُونَ بِاللّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَأُوْلَـئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَo (114:3)

ترجمہ: "اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لاتے ہیں اور اچھی بات کا حکم کرتے ہیں اور بُرے کاموں سے روکتے ہیں اور نیک کاموں میں دوڑتے ہیں اور وہی لوگ نیک بخت ہیں۔"

5۔ وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلاَةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللّهَ وَرَسُولَهُ أُوْلَـئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّهُ إِنَّ اللّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌo (71:9)

ترجمہ: "اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں، نیکی کا حکم کرتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن پر اللہ رحم کرے گا، بے شک اللہ زبردست حکمت والا ہے۔"

6۔ التَّائِبُونَ الْعَابِدُونَ الْحَامِدُونَ السَّائِحُونَ الرَّاكِعُونَ السَّاجِدونَ الآمِرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنكَرِ وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللّهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَo (112:9)

ترجمہ: "توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، شکر کرنے والے، روزہ رکھنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، اچھے کاموں کا حکم کرنے والے، بری باتوں سے روکنے والے، اللہ کی حدوں کی حفاظت کرنے والے، اور ایسے مومنوں کو خوشخبری سنادے۔"

7۔ الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِo (41:22)

ترجمہ: "وہ لوگ کہ اگر ہم انہیں دنیا میں حکومت دے دیں تو نماز کی پابندی کریں اور زکوۃ دیں اور نیک کام کا حکم کریں اور بُرے کاموں سے روکیں، اور ہر کام کا انجام تو اللہ کے ہی ہاتھ میں ہے۔"

8۔ يَا بُنَيَّ أَقِمِ الصَّلَاةَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنكَرِ وَاصْبِرْ عَلَى مَا أَصَابَكَ إِنَّ ذَلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِo (17:31)

ترجمہ: "بیٹا نماز پڑھا کر اور اچھے کاموں کی نصیحت کیا کر اور بُرے کاموں سے منع کیا کر اور تجھ پر جو مصیبت آئے اس پر صبر کیا کر، بے شک یہ ہمت کے کاموں میں سے ہیں۔"

9- فَلَمَّا نَسُواْ مَا ذُكِّرُواْ بِهِ أَنجَيْنَا الَّذِينَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوءِ وَأَخَذْنَا الَّذِينَ ظَلَمُواْ بِعَذَابٍ بَئِيسٍ بِمَا كَانُواْ يَفْسُقُونَo(165:7)

ترجمہ: "پھر جب انہوں نے فراموش کردی جو انھیں نصیحت کی گئی تھی (تو) ہم نے نجات دے دی انہیں جو روکتے تھے برائی سے اور پکڑ لیا ہم نے ان کو جنھوں نے ظلم کیا برے عذاب سے بوجہ اس کے کہ وہ نافرمانی کیا کرتے تھے۔"

10- خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَo(199:7)

ترجمہ: "قبول کیجیے معذرت (خطاکاروں سے) اور حکم دیجیے نیک کاموں کا اور رخ (انور) پھیر لیجیے نادانوں کی طرف سے۔"

5. روایات میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا حکم

جس طرح قرآن مجید میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم بیان ہوا ہے، اسی طرح بہت سی روایات میں بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم بیان ہوا ہے۔ ذیل میں ہم چند ایسی روایات پیش کرتے ہیں جن میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم آیا ہے

1۔ قال رسول الله مَن رَأى مِنكُم مُنكَرا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فإن لَم يَستَطِعْ فبِلِسانِهِ، فإن لَم يَستَطِعْ فبِقَلبِهِ و ذلكَ أضعَفُ الإيمانِ

ترجمہ: "رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے جو بُرائی کو دیکھے اور کو اپنے ہاتھوں سے منع کرے اگر وہ ہاتھوں کے منع کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا تو زبان سے منع کرے اگر وہ زبان سے بھی منع کرنے کی بھی استطاعت نہیں رکھتا تو دل سے منع کرے (یعنی برائی سے نفرت کا اظہار کرے) یہ دل سے برائی کو منع کرنا یہ کمزور ترین درجہ ایمان ہے۔"[21]

2- قال رسول الله صلى الله عليه وسلم و آله وسلم « كَيفَ بِكُم إذا فَسَدَت نِساؤكُم، و فَسَقَ شَبابُكُم، و لَم تَأمُروا بِالمَعروفِ و لَم تَنهَوا عَنِ المُنكَرِ ؟ !... كَيفَ بِكُم إذا أمَرتُم بِالمُنكَرِ و نَهَيتُم عَنِ المَعروفِ؟ ! ... كَيفَ بِكُم إذا رَأيتُمُ المَعروفَ مُنكَرا و المُنكَرَ مَعروفا؟

ترجمہ: "رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا تم کیا گزرے گی جب تمہاری عورتیں فاسد ہو جائیں گی اور جوان فاسد ہو جائیں گے اور آپ امر بالمعروف والنہی عن المنکر نہیں کر رہے ہوں گے .... آپ کا کیا حال ہو گا جب تم حکم دو

گے نیکی کا اور روکو گے برائی سے.... آپ پر کیا گزرے گی جب دیکھ رہے ہوں گے کہ نیکی کو برائی اور برائی نیکی بن رہی ہو گی۔[22]

3- لاتَزالُ أُمَّتی بِخَیْرٍ ما أُمِرُوا بِالمَعرُوفِ وَنَہَوا عَنْ الْمُنْکَرِ وَتَعاوَنُوا عَلی البِرّ فَإذا لَمْ یَفْعَلُوا ذلِکَ نُزِعَتْ عَنہُمْ الْبَرَکاتُ

ترجمہ: "حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تک میری امت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتی رہے گی اور نیکی میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتی رہے گی اس وقت تک بھلائی میں ہی رہے گی (یعنی بھلائی کے ساتھ زندگی گزارے گی) جب یہ کام ترک کر دے گی ان سے برکت اٹھالی جائے گی۔"[23]

4- قال رسول الله صلی الله علیه و آله و سلم، إنَّ اللَّهَ لَیُبْغِضُ الْمُؤْمِنُ الضَّعِیفُ الَّذی لا دینَ لَهُ، فَقیلَ: وَ مَاالْمُؤْمِنُ الضَّعِیفُ الَّذی لا دینَ لَهُ؟ قالَ الَّذی لایَنْہی عَنِ الْمُنْکَرِ

ترجمہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خداوند مؤمن ضعیف جو دین نہیں رکھتا اس کو دوست نہیں رکھتا تو رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ مومن ضعیف کون ہے جو دین نہیں رکھتا تو آپ ﷺ نے فرمایا جو نہی عن المنکر نہیں کرتا (یعنی جو برائی سے منع نہیں کرتا اللہ اس سے دوستی نہیں کرتا بلکہ نفرت کرتا ہے۔"[24]

5- وَ مِنْہُمْ تارِکٌ لإنْکارِ الْمُنْکَرِ بِقَلْبِهِ وَ لِسانِهِ وَ یَدِهِ فَذلِکَ مَیِّتُ الأَحْیاء

ترجمہ: "حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ تم میں جو بھی منکر (برائی)، کو اپنے دل اور زبان اور ہاتھ سے ترک کرنے سے انکار کرے (یعنی برائی کرنے والے کو منع نہ کرے اپنی زبان بول کر اور اپنے دل سے برائی کرنے والے سے نفرت کرکے یا اپنے ہاتھ سے لڑ کر) تو پس وہ زندہ لاش ہی ہو گا۔"[25]

6- عَنِ ابْنِ مَحْبُوبٍ، عَنْ یَعْقُوبَ السَّرَّاجِ، عَنْ جَابِرٍ:عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ علیه السلام، قَالَ: «سُئِلَ أَمِیرُ الْمُؤْمِنِینَ علیه السلام عَنِ الْإِیمَانِ، فَقَالَ: إِنَّ اللَّهَ- عَزَّ وَ جَلَّ- جَعَلَ الْإِیمَانَ عَلی أَرْبَعِ دَعَائِمَ: عَلَی الصَّبْرِ، وَ الْیَقِینِ، وَ الْعَدْلِ، وَ الْجِهَادِ. فَالصَّبْرُ مِنْ ذلِکَ عَلی أَرْبَعِ شُعَبٍ: عَلَی الشَّوْقِ، وَ الْإِشْفَاقِ، وَ الزُّهْدِ، وَ التَّرَقُّبِ؛ فَمَنِ اشْتَاقَ إِلَی الْجَنَّةِ، سَلَا عَنِ الشَّهَوَاتِ؛ وَ مَنْ أَشْفَقَ مِنَ النَّارِ، رَجَعَ عَنِ الْمُحَرَّمَاتِ؛ وَ مَنْ زَهِدَ فِي الدُّنْیَا، هَانَتْ عَلَیْهِ الْمُصِیبَاتُ؛ وَ مَنْ رَاقَبَ الْمَوْتَ، سَارَعَ إِلَی الْخَیْرَاتِ. وَ الْیَقِینُ عَلی أَرْبَعِ شُعَبٍ: تَبْصِرَةِ الْفِطْنَةِ، وَ تَأَوُّلِ الْحِکْمَةِ، وَ مَعْرِفَةِ الْعِبْرَةِ، وَ سُنَّةِ الْأَوَّلِینَ۔

فَمَنْ أَبْصَرَ الْفِطْنَةَ، عَرَفَ الْحِکْمَةَ؛ وَ مَنْ تَأَوَّلَ الْحِکْمَةَ، عَرَفَ الْعِبْرَةَ ؛ وَ مَنْ عَرَفَ الْعِبْرَةَ،

عَرَفَ السُّنَّةَ؛ وَ مَنْ عَرَفَ السُّنَّةَ، فَكَأَنَّمَا كَانَ مَعَ الْأَوَّلِينَ، وَ اهْتَدى إِلَى الَّتِي هِيَ أَقْوَمُ، وَ نَظَرَ إِلى مَنْ نَجَا بِمَا نَجَا، وَ مَنْ هَلَكَ بِمَا هَلَكَ، وَ إِنَّمَا أَهْلَكَ اللَّهُ مَنْ أَهْلَكَ بِمَعْصِيَتِهِ، وَ أَنْجى مَنْ أَنْجى بِطَاعَتِهِ وَ الْعَدْلُ عَلى أَرْبَعِ شُعَبٍ: غَامِضِالْفَهْمِ، وَ غَمْرِ الْعِلْمِ، وَ زَهْرَةِ الْحُكْمِ، وَ رَوْضَةِ الْحِلْمِ؛ فَمَنْ فَهِمَ، فَسَّرَ جَمِيعَ الْعِلْمِ؛ وَ مَنْ عَلِمَ، عَرَفَ شَرَائِعَ الْحُكْمِ ؛ وَ مَنْ حَلُمَ، لَمْ يُفَرِّطْ فِي أَمْرِهِ، وَ عَاشَ فِي النَّاسِ حَمِيداً.وَ الْجِهَادُ عَلى أَرْبَعِ شُعَبٍ: عَلَى الْأَمْرِ بِالْمَعْرُوفِ، وَ النَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَ الصِّدْقِ فِي الْمَوَاطِنِ، وَ شَنَآنِ الْفَاسِقِينَ؛ فَمَنْ أَمَرَ بِالْمَعْرُوفِ، شَدَّ ظَهْرَ الْمُؤْمِنِ ؛ وَ مَنْ نَهى عَنِ الْمُنْكَرِ، أَرْغَمَ أَنْفَ الْمُنَافِقِ وَ أَمِنَ كَيْدَهُ؛ وَ مَنْ صَدَقَ فِي الْمَوَاطِنِ، قَضَى الَّذِي عَلَيْهِ؛ وَ مَنْ شَنِئَ الْفَاسِقِينَ، غَضِبَ لِلَّهِ؛ وَ مَنْ غَضِبَ لِلَّهِ، غَضِبَ اللَّهُ لَهُ وَ أَرْضَاهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ-

ترجمہ: "حضرت علی علیہ السلام سے ایمان کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ایمان چار ستونوں پر قائم ہے صبر، یقین، عدل اور جہاد پھر عدل کی چار شاخیں ہیں۔ اشتیاق، خوف، دنیا سے بے اعتنائی اور انتظار اس لیے کہ جو جنت کا مشتاق ہوگا، وہ خواہشوں کو بھلادے گا اور جو دوزخ سے خوف کھائے گا وہ محرمات سے کنارہ کشی کرے گا اور جو دنیا سے بے اعتنائی اختیار کرے گا، وہ مصیبتوں کو سہل سمجھے گا اور جسے موت کا انتظار ہوگا، وہ نیک کاموں میں جلدی کرے گا اور یقین کی بھی چار شاخیں ہیں۔ روشن نگاہی، حقیقت رسی، عبرت اندوزی اور اگلوں کا طور طریقہ۔

چنانچہ جو دانش و آگہی حاصل کرے گا اس کے سامنے علم و عمل کی راہیں واضح ہو جائیں گی اور جس کے لیے علم و عمل آشکارا ہو جائے گا، وہ عبرت سے آشنا ہو گا اور جو عبرت سے آشنا ہوگا وہ ایسا ہے جیسے وہ پہلے لوگوں میں موجود رہا ہو اور عدل کی بھی چار شاخیں ہیں، تہوں تک پہنچنے والی فکر اور علمی گہرائی، اور فیصلہ کی خوبی اور عقل کی پائیداری۔ چنانچہ جس نے غور و فکر کیا، وہ علم کی گہرائیوں سے آشنا ہوا۔ اور جو علم کی گہرائیوں میں اترا، وہ فیصلہ کے سرچشموں سے سیراب ہو کر پلٹا اور جس نے حلم و بردباری اختیار کی۔ اس نے اپنے معاملات میں کوئی کمی نہیں کی اور لوگوں میں نیک نام رہ کر زندگی بسر کی۔

اور جہاد کی بھی چار شاخیں ہیں۔ امر بالمعروف، نہی عن المنکر، تمام موقعوں پر راست گفتاری، اور بد کرداروں سے نفرت۔ چنانچہ جس نے امر بالمعروف کیا، اس نے مومنین کی پشت مضبوط کی، اور جس نے نہی عن المنکر کیا اس نے کافروں کو ذلیل کیا اور جس نے تمام موقعوں پر سچ بولا، اس نے اپنا فرض ادا کر دیا اور جس نے فاسقوں کو برا سمجھا اور اللہ کے لیے غضبناک ہوا اللہ بھی اس کے لیے دوسروں پر غضبناک ہو گا اور قیامت کے دن اس کی خوشی کا سامان کرے گا۔"[26]

7- وَ قَالَ ع فَرَضَ اللَّهُ الْإِيمَانَ تَطْهِيراً مِنَ الشِّرْكِ وَ الصَّلَاةَ تَنْزِيهاً عَنِ الْكِبْرِ وَ الزَّكَاةَ تَسْبِيباً

لِلرِّزْقِ وَ الصِّيَامَ ابْتِلَاءً لِإِخْلَاصِ الْخَلْقِ وَ الْحَجَّ [تَقْوِيَةً] تَقْرِبَةً لِلدِّينِ وَ الْجِهَادَ عِزّاً لِلْإِسْلَامِ وَ الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ مَصْلَحَةً لِلْعَوَامِّ وَ النَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ رَدْعاً لِلسُّفَهَاءِ وَ صِلَةَ الرَّحِمِ مَنْمَاةً لِلْعَدَدِ وَ الْقِصَاصَ حَقْناً لِلدِّمَاءِ وَ إِقَامَةَ الْحُدُودِ إِعْظَاماً لِلْمَحَارِمِ وَ تَرْكَ شُرْبِ الْخَمْرِ تَحْصِيناً لِلْعَقْلِ وَ مُجَانَبَةَ السَّرِقَةِ إِيجَاباً لِلْعِفَّةِ وَ تَرْكَ الزِّنَى [الزِّنَا] تَحْصِيناً لِلنَّسَبِ وَ تَرْكَ اللِّوَاطِ تَكْثِيراً لِلنَّسْلِ وَ الشَّهَادَاتِ اسْتِظْهَاراً عَلَى الْمُجَاحَدَاتِ وَ تَرْكَ الْكَذِبِ تَشْرِيفاً لِلصِّدْقِ وَ السَّلَامَ أَمَاناً مِنَ الْمَخَاوِفِ وَ الْأَمَانَةَ نِظَاماً لِلْأُمَّةِ وَ الطَّاعَةَ تَعْظِيماً لِلْإِمَامَةِ-

ترجمہ: "خداوند عالم نے ایمان کا فریضہ عائد کیا شرک کی آلودگیوں سے پاک کرنے کے لیے۔ اور نماز کو فرض کیا رعونت سے بچانے کے لیے اور زکوۃ کو رزق کے اضافہ کا سبب بنانے کے لیے، اور روزہ کو مخلوق کے اخلاص کو آزمانے کے لیے اور حج کو دین کے تقویت پہنچانے کے لیے، اور جہاد کو اسلام کو سرفرازی بخشنے کے لیے، اور امر بالمعروف کو اصلاح خلائق کے لیے اور نہی عن المنکر کو سرپھروں کی روک تھام کے لیے اور حقوقِ قرابت کے ادا کرنے کو (یار وانصار کی) گنتی بڑھانے کے لیے اور قصاص کو خونریزی کے انسداد کے لیے اور حدود شرعیہ کے اجراء کو محرمات کی اہمیت قائم کرنے کے لیے اور شراب خوری کے ترک کو عقل کی حفاظت کے لیے اور چوری سے پرہیز کو پاک بازی کا باعث ہونے کے لیے اور زنا کاری سے بچنے کو نسب کے محفوظ رکھنے کے لیے اور اغلام کے ترک کو نسل بڑھانے کے لیے اور گواہی کو انکارِ حقوق کے مقابلہ میں ثبوت مہیا کرنے کے لیے اور جھوٹ سے علحیدگی کو سچائی کا شرف آشکارا کرنے کے لیے اور قیامِ امن کو خطروں سے تحفظ کے لیے اور امانتوں کی حفاظت کو امت کا نظام درست رکھنے کے لیے اور اطاعت کو امامت کی عظمت۔ [27]

8- مَنْ نَهَى عَنِ الْمُنْكَرِ أَرْغَمَ أَنُوفَ الْفَاسِقِينَ

ترجمہ: "حضرت امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جس نے نہی عن المنکر کی اس فاسقین کی ناک کو خاک رگڑا ہے۔" [28]

9- قال الكاظم، لَتَأمُرونَ بِالمَعروفِ و لَتَنهَونَ عَنِ المُنكَرِ، أو لَيُستَعمَلَنَّ عَلَيكُم شِرارُكُم فيَدعوا خِيارُكُم فلا يُستَجابُ لَهُم

ترجمہ: "امام کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں حتما امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرو اگر نہیں کروگے تو شریر لوگ تم پر حکومت کریں گے تو پھر نیک لوگ دعا بھی کرے (کہ خداوند ظالم سے جان چھڑائے) تو ان کی دعا قبول نہیں ہوگی۔" [29]

10- امام رضا علیہ السلام، كانَ رَسُولُ اللّه ِ صلى الله عليه و آله يَقُولُ: إذا اُمَّتى تَواكَلَتِ

الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهِيَ عَنِ الْمُنْكَرِ فَلْيَأْذَنُوا بِوِقَاعٍ مِنَ اللَّه

ترجمہ: "حضرت امام علی رضا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے جب بھی میری امت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ایک دوسرے پر چھوڑ دیں گے تو اس وقت انہوں نے اللہ سے گویا جنگ کا اعلان کر دیا ہے۔"[30]

6. آئمہ ہدیٰ علیہم السلام کی سیرت طیبہ اور عادلانہ سماج و اقتدار کا قیام

یہ دعویٰ ہے کہ زمانہِ غَیبت میں شیعوں کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ سکوت اور خاموشی اختیار کریں، تقیہ کریں اور اسلامی حکومت کے قیام کے لیے ہر قسم کی سیاسی جدوجہد سے پرہیز کریں، بذاتِ خود آئمہ ہدیٰ علیہم السلام کی سیرت طیبہ کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ مختلف اَدوار میں چند شیعہ بزرگوں نے وقت کی ظالم و فاسق حکومتوں کے خلاف قیام کیا اور معصومین علیہم السلام نے طاغوت کے خلاف قیام کرنے والوں کی تعریف اور تائید فرمائی۔ وہ قیام جو آئمہ علیہ السلام کے ادوار میں ملتے ہیں جو کہ قبل از ظہور امام زمانہ (عج) ہیں، اُن میں سے بعض کی تفصیل درج ذیل ہے:

1- **قیام توابین** (65ق) توابین کا کربلا کے واقعہ کے بعد حکومت ظالم کے خلاف قیام کیا انہوں نے اپنے قیام کا فلسفہ خود ہی ذکر کر دیا: ...ثم نردّ هذا الامر الی اهل بیت نبینا الذین آتانا الله من قِبَلهم بالنّعمة والكرمة- ترجمہ: "ہم حکومت کو اہل بیت علیہم السلام کی طرف ہی لوٹائیں گے یہ خدا کی طرف سے اہل بیت علیہم السلام کے واسطہ سے یہ بڑی نعمت ہم کو ملی ہے۔[31]

توابین کے قیام کی کسی امام معصوم ع نے مخالفت نہیں کی... مخالفت نہ کرنا امام ع کا دلیل رضایت ہے پس یہ قیام صحیح ہے۔

2- **قیام مختار** (66ق) واقعہ کربلا کے بعد یہ دوسرا قیام ہے قیام مختار مؤید معصومؑ تھا۔ کوفہ کے اشراف میں سے بعض امام سجاد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؑ سے مختار کے قیام کے متعلق سوال کیا تو آپ نے انہیں بھی "محمد بن حنفیہّ" کی طرف بھیجا اور فرمایا: يا عم لو أن عبدا زنجيا تعصب لنا أهل البيت لوجب على الناس موازرته وقد وليتك هذا الامر، فاصنع ما شئت- ترجمہ: "اے میرے چچا! اگر کوئی سیاہ فارم غلام بھی ہم اہل بیتؑ کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرے تو لوگوں پر واجب ہے کہ اس کی ہر ممکن حمایت کریں۔ اس بارے میں آپ جو کچھ مصلحت جانتے ہیں، انجام دیں۔ میں اس کام میں آپ کو اپنا نمائندہ قرار دیتا ہوں جو مرضی ہے کرو۔[32]

آیت اللہ خوئی نے قیام مختار کو امام زین العابدین علیہ السلام کی خاص اجازت کے ساتھ انجام پانے کی تصریح کی ہے۔[33] عبد اللہ مامقانی امامؑ کی مختار پر ترحم کو اس کے عقیدے کی صحت پر دلیل قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ: ائمہ (ع) کی رضایت اور خوشنودی خدا کی رضایت اور خوشنودی کے تابع ہے۔ پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عقیدے کے لحاظ سے منحرف نہیں تھا۔ اسی وجہ سے وہ ائمہ (ع) کی خوشنودی اور رضایت کے مستحق ٹھہرے ہیں۔[34]

امام صادق علیہ السلام نے مختار کے توسط سے عبید اللہ ابن زیاد اور عمر ابن سعد کے سروں کو مدینہ بھیجنے کو موجب خوشنودی اہل بیتؑ عصمت و طہارت قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ما امتشطت فينا هاشمية ولا اختضبت حتى بعث إلينا المختار برؤوس الذين قتلوا الحسين عليه السلام. (واقعہ عاشورا کے بعد) ہماری عورتوں میں سے کسی عورت نے خود کو زینت نہیں دی تھی، یہاں تک کہ مختار نے عبید اللہ ابن زیاد اور عمر ابن سعد کا سر مدینہ بھیجا۔[35]

ان تمام دلائل کی روشنی میں امام معصوم علیہ السلام کی تائید جناب مختار علیہ السلام کے ساتھ تھی۔

3۔ **قیام زید بن علی زین العابدین** (121 یا 122ق) تیسرا قیام زید بن امام زین العابدینؑ کا ہے۔ قیام زید بن امام زین العابدین علیہما السلام کی تائید میں امام صادق علیہ السلام کا یہ فرمان موجود ہے کہ:

قال الصادق: رَحِمَ اللَّهُ عَمِّي زَيْداً إِنَّهُ دَعَا إِلَى الرِّضَا مِنْ آلِ مُحَمَّدٍ وَ لَوْ ظَفِرَ لَوَفَى بِمَا دَعَا إِلَيْهِ وَ لَقَدِ اسْتَشَارَنِي فِي خُرُوجِهِ فَقُلْتُ لَهُ يَا عَمِّ إِنْ رَضِيتَ أَنْ تَكُونَ الْمَقْتُولَ الْمَصْلُوبَ بِالْكُنَاسَةِ فَشَأْنَك۔

ترجمہ: "امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ میرے چچے پر رحم کرے انہوں نے لوگوں کو "الرضا من آل محمد" کی طرف دعوت دی اگر وہ کامیاب ہو جاتے تو ضرور وعدہ وفا کرتے انہوں نے قیام کے لئے مجھ سے مشورہ لیا تھا اور میں نے ان کو کہا تھا اے چچا اگر تمہاری خوشی اس میں ہے کہ شہید ہو جاؤں اور محلّہ کناسہ میں سولی لٹکایا جاؤں تو یہ ایک راہ ہی ہے۔[36]

4۔ **قیام محمد نفس زکیہ بن عبد اللہ** وابراہیم بن عبد اللہ بن حسن مثنی بن حسن مجتبی بن علی بن ابی طالب علیہم السلام (145ق) یہ قیام واقعہ کربلا کے بعد چوتھا قیام تھا۔ اس حوالے سے حماد بن یعلی کی روایت درج ذیل ہے:

حدّثني حماد بن يعلى، قال:قلت لعلي بن عمر بن علي بن الحسين: أمتع الله بك، أسمعت جعفرا يذكر في محمد وإبراهيم شيئا؟. قال: سمعته حين أمره أبو جعفر أن يسير إلى الرّبذة، فقال: يا علي بنفسي أنت سر معي، فسرت معه إلى الرّبذة، فدخل على أبي جعفر، وقمت أنتظره، فخرج عليّ جعفر وعيناه تذرفان، فقال لي: يا علي، ما لقيت من ابن الحنيفة، والله لا أمضي، ثم قال: رحم

الله ابني هند إنهما إن كانا لصابرين كريمين، والله لقد مضيا ولم يصبهما دنس.

ترجمہ: "حماد بن یعلی سے روایت نقل ہوئی ہے وہ کہتے ہیں میں نے علی بن عمر بن علی بن حسین سے کہا خدا آپ کو سلامت رکھے کیا آپ نے جعفر صادقؑ کو محمد اور ابراہیم کا ذکر کرتے ہوئے سنا ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے اسے اس وقت سنا جب ابو جعفر منصور دوانیقی نے انہیں ربذہ جانے کا حکم دیا۔ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: اے علی، آپ کو میری جان کی قسم آپ میرے ساتھ چلو، چنانچہ میں آپؑ کے ساتھ ربذہ کی طرف چل پڑا، تو وہ ابو جعفر (منصور عباسی) کے پاس پہنچے، اور میں آپؑ کے انتظار میں کھڑا ہوا، اور جب جعفر صادقؑ میرے پاس آئے تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ پھر جعفر صادقؑ نے مجھے فرمایا: اے علی میری خنیفہ کے بیٹے سے ملاقات نہیں ہوئی. خدا کی قسم میں آگے نہیں بڑھوں گا۔ پھر آپؑ نے فرمایا:- خداوند متعال ہند کے بیٹوں یعنی محمد و ابراہیم پر رحم کرے۔ بے شک محمد نفس زکیہ اور ابراہیم صبر کرنے والے اور سخی تھے. خدا کی قسم وہ دونوں اس حالت میں یہاں سے رخصت ہوئے ہیں کہ ان دونوں کے دامن پر کوئی داغ نہ تھا۔"[37]

امام علیہ السلام نے اس قیام کی بھی تائید فرمائی تھی فقط محمد نفس زکیہ کو امام مہدی ماننے کا انکار کیا تھا۔

5۔ **حسین بن علی؛ شہید فخؒ** (169ق) یہ قیام واقعہ کربلا کے بعد پانچواں قیام تھا حسین بن علی امام حسن علیہ السلام کی اولاد سے تھے انہوں نے ظالم حکومت سے تنگ آ کر 300 آدمیوں کے ساتھ ماہ ذوالحجہ 169 ہجری کو مکہ سے مغرب کی طرف ایک کنواں کے قریب عباسی حکومت سے لڑے اور شہید ہو گئے۔ حسین بن علی شہید فخ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

عن أبي جعفر محمد بن علي قال: مر النبى بفخ، فنزل فصلى ركعة، فلما صلى الثانية بكى وهو في الصلاة، فلما رأى الناس النبي يبكي بكوا، فلما انصرف قال: ما يبكيكم قالوا: لما رأيناك تبكي بكينا يارسول الله، قال: نزل علي جبرئيل لما صليت الركعة الاولى فقال لي: يا محمد إن رجلا من ولدك يقتل في هذا المكان، وأجر الشهيد معه أجر شهيدين

ترجمہ: "ابو جعفر محمد بن علی امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مقام فخ کے پاس سے گزرے تو آپ ﷺ وہاں اترے اور دو رکعت نماز پڑھی۔ پہلی رکعت پڑھی اور دوسری رکعت پڑھ رہے تھے تو نماز میں ہی آپ ﷺ گریہ فرما رہے تھے جب لوگوں نے آپ ﷺ کو دیکھا تو وہ بھی گریہ کرنے لگ گئے تو آپ ﷺ نے نماز سے فارغ ہو کر لوگوں سے پوچھا تم کیوں گریہ کر رہے تھے؟ لوگوں نے جواب دیا ،اے رسول اللہ ﷺ ہم آپ ﷺ کو دیکھ کر گریہ کر رہے تھے،آپ ﷺ گریہ کر رہے تھے اس لیے ہم

نے گریہ کیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا جب میں پہلی رکعت میں تھا تو جبرائیل امینؑ میرے پاس آئے تو انہوں نے مجھ سے عرض کی: اے محمد یہاں پر تیری اولاد میں سے ایک آدمی شہید ہوگا اور جو اس کے ساتھ شہید ہوگا اسے دو شہیدوں کے برابر ثواب ملے گا۔"[38]

اسی طرح امام صادق علیہ السلام جب اپنے اصحاب کے ساتھ مقام فخ پر پہنچے تو آپ نے فرمایا: يقتل هاهنا رجل من اهل بيتي في عصابة تسبق ارواحهم اجسادهم إلى الجنة. ترجمہ: اس سرزمین پر ہمارے خاندان کا ایک آدمی کچھ مؤمنین کے ساتھ شہید ہوگا ان کی روحیں جسموں سے پہلے جنت میں پہنچ جائیں گی۔[39]

ان فرامین اور واقعات کی روشنی سے معلوم ہوا کہ یہ قیام بھی رضامندی معصومین کا حامل ہے تو یہ قیام بھی درست و مورد جزاء خیر رکھتا ہے۔

7. آئمہ علیہم السلام کی شیعہ تحریکوں کے بارے میں پیشین گوئیاں

وقت کی ظالم و فاسق حکومتوں کے خلاف قیام اور اہل تشیع کی تحریکوں کے بارے میں معصومین علیہم السلام نے پیشین گوئیاں فرمائی ہیں۔ لیکن ان پیشین گوئیوں کے ضمن میں انہوں نے اہل تشیع کے اس کام کی کوئی ممانعت یا مذمت نہیں فرمائی۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ عصر غیبت میں شیعوں کے یہ قیام اور ان کی یہ تحریکیں آئمہ ہدیٰ علیہم السلام کی موردِ حمایت ہیں۔ ذیل میں ہم ایسی چند پیشین گوئیاں نقل کرتے ہیں:

1- رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه و آله: يَخْرُجُ نَاسٌ مِنَ الْمَشْرِقِ فَيُوَطِّئُونَ لِلْمَهْدِيِّ

ترجمہ: "رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں مشرق سے لوگ قیام کریں گے اور وہ مہدی (عج) کے ظہور کے لیے راہ ہموار کریں گے۔[40]

2-قال الباقر عليه السلام: كَأَنِّي بِقَوْمٍ قَدْ خَرَجُوا بِالْمَشْرِقِ يَطْلُبُونَ الْحَقَ فَلَا يُعْطَوْنَهُ ثُمَّ يَطْلُبُونَهُ فَلَا يُعْطَوْنَهُ فَإِذَا رَأَوْا ذَلِكَ وَضَعُوا سُيُوفَهُمْ عَلَى عَوَاتِقِهِمْ فَيُعْطَوْنَ مَا سَأَلُوهُ فَلَا يَقْبَلُونَهُ حَتَّى يَقُومُوا وَ لَا يَدْفَعُونَهَا إِلَّا إِلَى صَاحِبِكُمْ قَتْلَاهُمْ شُهَدَاءُ أَمَا إِنِّي لَوْ أَدْرَكْتُ ذَلِكَ لَاسْتَبْقَيْتُ نَفْسِي لِصَاحِبِ هَذَا الْأَمْرِ

ترجمہ: "امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں ایک قوم کو دیکھ رہا ہوں جو مشرق سے قیام کرے گی اور وہ حق کے طلبگار ہوں گے ان کو حق نہیں دیا جائے گا پھر وہ حق کو طلب کریں گے۔ پس ان کو حق نہیں دیا جائے گا جب وہ یہ دیکھیں گے تو تلواریں ننگی کرلے گئے اور ان کی گردنوں پر تلواریں رکھ لیں گے اس وقت ان کو ان کا حق دیں گے لیکن وہ قبول نہیں کریں گے وہ آپ کے صاحب کے علاوہ کسی کو تحویل نہیں دیں گے ان کے قتل ہونے والے شہید ہیں کاش

میں اس وقت کو درک کرتا میں اپنی جان کو اس صاحب الامر کی مدد میں قربان کرتا۔[41]

3۔قال الکاظم علیہ السلام: رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ قُمَّ يَدْعُو النَّاسَ إِلَى الْحَقِّ يَجْتَمِعُ مَعَهُ قَوْمٌ كَزُبَرِ الْحَدِيدِ لَا تُزِلُّهُمُ الرِّيَاحُ الْعَوَاصِفُ وَ لَا يَمَلُّونَ مِنَ الْحَرْبِ وَ لَا يَجْبُنُونَ وَ عَلَى اللَّهِ يَتَوَكَّلُونَ وَ الْعاقِبَةُ لِلْمُتَّقِين

ترجمہ: "امام موسی کاظم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ قم سے ایک مرد لوگوں کو حق کی طرف دعوت دے گا لوگوں لوہے کی طرح اس کے ساتھ جمع ہو جائیں گے ان کو سخت آندھیاں بھی لرزا نہیں سکتی اور وہ جنگ سے تھکنے والے ڈرپوک نہیں ہیں اور وہ اللہ پر توکل رکھنے والے ہیں اور عاقبت متقیوں کے لیے ہے۔[42]

نتیجہ کلام

قران مجید اور اہل بیتؑ کے فرامین سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جب سماج میں فساد اور برائی عام ہو جائے اور مسند اقتدار پر فاسق وظالم حکمران آ جائیں تو ہر مسلمان پر جو جہاد کی طاقت رکھتا ہے، جہاد واجب ہے۔اسی طرح جو مسلمان امر بالمعروف نہی عن المنکر کی استطاعت رکھتا ہے اس پر امر بالمعروف نہی عن المنکر واجب ہے۔ائمہ ھدیٰؑ کے دور میں جن شیعہ بزرگوں نے دشمنان اسلام واہل بیتؑ کے ساتھ جہاد کیا، آئمہ ھدیٰؑ نے ان کی تائید کی ہے۔اگر امام زمانہ علیہ السلام کے ظہور سے پہلے جہاد کرنا اور اسلامی حکومت قائم کرنا حرام ہوتا تو آئمہ ھدی علیہم السلام دشمنان دین کے خلاف شیعہ کے قیام کی مذمت فرماتے۔لیکن اس کے برعکس، آئمہ معصومینؑ نے شیعہ قیام کرنے والے قائدین کے لیے دعائے خیر کی ہے۔

پس آئمہ ھدیٰؑ کا ان رہبروں کے لیے دعائے خیر کرنا ان کے قیام کے برحق ہونے کی دلیل ہے۔آئمہ ھدیٰؑ نے امام زمانہ علیہ السلام کے ظہور سے پہلے اسلامی حکومت کے وجود کی پیشگوئیاں بھی فرمائیں ہیں اور امام موسی کاظم علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا ہے اسلامی حکومت کے قیام کے لیے قم کی مقدس سرزمین سے ایک آدمی اٹھے گا اور لوگ اس کے ساتھ جمع ہو جائیں گے۔بنابریں، اگر تعصب کی عینک اتار کر دیکھیں تو روح اللہ امام خمینی اس حدیث کے کامل مصداق ہیں جن کی قم اور ایران کے لوگوں نے حمایت کی اور طاغوت کی حکومت نیست و نابود ہو گئی۔

*****

References

1. Muhammad bn Al-Hassan Tusi, al-Ghaibah (Lal-Tusi), *Kitab al-Ghaibah Lil Hajjat*, (Qum, Dar al-Maarif al-Islamiyya, 1411 AH), 103.

محمد بن الحسن، طوسی، الغیبۃ (للطوسی)، کتاب الغیبۃ للحجۃ، (قم، دار المعارف الاسلامیۃ، 1411ق)، 103۔

2. Al-Shaikh Muhammad bn Al-Hassan, al-Harr Al-Amili, *Wasal al-Shia*, Vol. 11, (Qum, Mowsah Al-Bait (a.s) La-Ahya al-Tarath, 1414 AH), Hadith # 14.

الشیخ محمد بن الحسن، الحر العاملی، وسائل الشیعہ، ج11، (قم، مؤسسہ آل بیت علیہم السلام لاحیاء التراث، 1414ہجری)، الحدیث نمبر14۔

3. Muhammad bn Yaqoob bn Ishaq, Kalini, *Al-Kafi*, Vol. 8, Chaap IV (Tehran, Dar al-Kutub al-Islamiat, 1407 AH), 295.

محمد بن یعقوب بن اسحاق، کلینی، الکافی، ج8، چاپ: چہارم (تہران، دار الکتب الاسلامیۃ، 1407ق)، 295۔

4. Ibid, 265.

ایضاً، 265۔

5. Muhammad bn Ali, Ibn Babawiyah, *Kamal al-Din wa Tamma al-Naamahat*, Vol. 2, Chaap: II (Tehran, Islamia, 1395 SH), 446.

محمد بن علی، ابن بابویہ، کمال الدین وتمام النعمۃ، ج2، چاپ: دوم (تہران، اسلامیہ، 1395ق)، 446۔

6. Muhammad bn Ibrahim Ibn Abi Zainab, *Al-Ghaibahat (Lal Nu'mani)*, (Tehran, Nashr Saduq, 1397 SH), 256.

محمد بن إبراہیم ابن إبی زینب، الغیبۃ (للنعمانی)، (تہران، نشر صدوق، 1397ق)، 256۔

7. Ibn Babawiyah, *Kamal al-Din wa Tamma al-Naamahat*, 371.

ابن بابویہ، کمال الدین وتمام النعمۃ، 371۔

8. Muhammad Baqir bn Muhammad Taqi, Majlisi, *Bihar al-Anwar*, Vol. 53, (Beirut, Dar Ihya al-Tarath al-Arabi, 1403 AH), 8.

محمد باقر بن محمد تقی، مجلسی، بحار الانوار، ج53، (بیروت، دار احیاء التراث العربی، 1403ق)، 8۔

9. Ahmad bn Muhammad bin Khalid Barqi, Al-Mahasen, Vol.1, Chaap II, (Qom, Dar al-Kutub al-Islamiyya, 1371 SH.), 259

احمد بن محمد بن خالد برقی، المحاسن، ج1، چاپ: دوم، (قم، دار الکتب الاسلامیۃ- 1371ق)، 259۔

10. Abu al-Qasim, Paiandah, *Nahj al-Fasaha (Majmoah kilmaat al-Qasar Hazrat Rasool (PBUH))*, Chaap: IV (Tehran, Dunivai Danish, 1382 SH), 439, Hadith # 1355.

ابو القاسم، پاینده، نہج الفصاحۃ (مجموعہ کلمات قصار حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ)، چاپ: چہارم (تہران، دنیای دانش، 1382ش)، 439، حدیث نمبر 1355۔

11. Muhammad bn Zain al-Din, Ibn Abi Jumhur, *Awali al-Laila al-Aziziyah fi al-Ahadith al-Diniya*, Vol. 1, (Qum, Dar Syed al-Shahada Lil-Nisher, 1405 AH), 84.

محمد بن زین الدین، ابن ابی جمہور، عوالی اللئالی العزیزیۃ فی الأحادیث الدینیۃ، ج1، (قم، دار سید الشہداء للنشر، 1405ق)، 84۔

12. Muhammad bn Ali, Ibn Babuyeh, Eyes of Akhbar al-Reza, peace be upon him, Volume 2, (Tehran, Nashr Jahan, 1378 AH), 28.

محمد بن علی، ابن بابویہ، عیون اخبار الرضا علیہ السلام، ج2، (تہران، نشر جہان، 1378ق)، 28۔

13. Kalini, *Al-Kafi*, 348.

کلینی، الکافی، 348۔

14. Kalini, *Al-Kafi*, 52.

ایضاً، 52۔

15. Muhammad Baqir bn Muhammad Taqi, Majlisi, *Bihar al-Anwar al-Jamaa Laderar Akhbar al-Imam al-Athar*, Vol. 61, Chaap II (Beirut, Dar Ihya al-Trath al-Arabi, 1403 AH), 184-

محمد باقر بن محمد تقی مجلسی، بحار الأنوار الجامعۃ لدرر اخبار الأئمۃ الأطہار، ج61، چاپ: دوم (بیروت، دار إحیاء التراث العربی، 1403ق)، 184۔

16. Nu'man bn Muhammad Maghribi, Ibn Hayyun, *Dua'im al-Islam wa Zikr al-Halal wa al-Haram wa al-Isutu wa al-Ahkam*, Vol. 1, Chap: II (Qum, Mowsah Al-Bait (a.s), 1385 SH), 398.

نعمان بن محمد مغربی، ابن حیون، دعائم الإسلام وذکر الحلال والحرام والقضایا والأحکام، ج1، چاپ: دوم (قم، مؤسسۃ آل البیت علیہم السلام، 1385ق)، 398۔

17. Muhammad bn Ali, Ibn Babouyeh, *Man La Yahdara al-Faqih*, Vol.3, Chaap II (Qom, Intasharat Islami Wabasta ba Jamia Muderseen Howza Elmia, 1413 AH), 378, Hadith #: 4333.

محمد بن علی، ابن بابویہ، من لا یحضرہ الفقیہ، ج3، چاپ: دوم (قم، دفتر انتشارات اسلامی وابستہ بہ جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ، 1413 ق)، 378، حدیث نمبر: 4333۔

18. Ali bn Isa, Arbali, Bani Hashemi, *Kafs al-Ghamma fi Marafah al-Imamah*, Vol. 2 (Tabriz, al-Qadima, 1381 SH), 477.

علی بن عیسی، اربلی، بنی ہاشمی، کشف الغمۃ فی معرفۃ الأئمۃ، ج2 (تبریز، القدیمۃ، 1381ق)، 477۔

19. Mohammad bn Ibrahim, Ibn Abi Zeinab, *Al-Ghaiba*, (Tehran, Nasher Sadouq, 1397 SH), 273.

محمد بن ابراہیم، ابن إبی زینب، *الغیبۃ*، (تہران، نشر صدوق، 1397ق)، 273۔

20. Majlisi, *Bihar al-Anwar al-Jamaa Laderar Akhbar al-Imam al-Athar*, Vol. 57, Chaap II, 216-

مجلسی، *بحار الأنوار الجامعۃ لدرر إخبار الأئمۃ الأطہار*، ج57، چاپ: دوم، 216۔

21. Paiandah, *Nahj al-*, 768, Hadith # 3010.

پاینده، *نہج الفصاحۃ*، 768، حدیث نمبر 3010.

22. Abdullah bn Jafar, Humiri, *Qarb al-Isnaad*, (Qum, Mowsah Al-Bait (a.s), 1413 AH), 54 & 55.

عبداللہ بن جعفر، حمیری، *قرب الإسناد*، (قم، مؤسسۃ آل البیت علیہم السلام- 1413ق)، 54و55۔

23. Muhammad bn Muhammad, Mofid, *Al-Maqana*, (Qom, kangra jahani Hazara Sheikh Mofid, 1413 AH), 808.

محمد بن محمد، مفید، *المقنعۃ*، چاپ: اول (ایران، قم، کنگرہ جہانی ہزارہ شیخ مفید (رح)، 1413ق)، 808۔

24. Mohammad bn Hasan, Har Aamili, Details of the means of the Shiites to the study of Islamic matters, vol. 16, Chaap II, (Qom, Mowsah Al-Bayt, 1409 AH), 122, Hadith # 21139.

محمد بن حسن، حر عاملی، *تفصیل وسائل الشیعۃ إلی تحصیل مسائل الشریعۃ*، ج16، چاپ: دوم (قم، مؤسسۃ آل البیت، 1409 ق)، 122، حدیث نمبر: 21139۔

25. Mansob ba Ali Ibn Musa, Imam Hashtam (a.s), al-Fiqh al-Mansoob Ila Imam al-Raza (a.s), (Mashad, Mowsah Al-Bait (a.s), 1406 AH), 376; Abdul Wahid, Tamimi Amadi, *Gharral al-Hakim* (Qum, Dafter Tablighaat, 1366 SH), Hadith # 8651.

منسوب بہ علی بن موسی، امام ہشتم علیہ السلام، الفقہ المنسوب إلی الإمام الرضا علیہ السلام، (مشہد، مؤسسۃ آل البیت علیہم السلام، 1406ق)، 376؛ عبدالواحد، تمیمی آمدی، *غرر الحکم* (قم، دفتر تبلیغات، 1366ش)، حدیث نمبر 8651۔

26. Kalini, *al-Kafi*, 50, 51.

کلینی، *الکافی*، 50,51.

27. Mufti Jafar, *Nahj-ul-Balagha*, Kalmaat Qasar Kalma # 252.

مفتی جعفر، *نہج البلاغہ*، کلمات قصار کلمہ نمبر 252۔

28. Ali bn Muhammad, Laithi Wasti, *Ayun Al-Hakam wa Al-Mowaiz (Laithi)*, (Qum, Dar al-Hadith, 1376 SH), 445.

علی بن محمد، لیثی واسطی، عیون الحکم والمواعظ (للیثی)، (قم، دارالحدیث، 1376 ش)، 445۔

29. Muhammad bn al-Hassan, Tusi, *Tahdeeb al-Akham (Thaqiq Khursan)*, Vol. 6, Chap: Four (Tehran, Dar al-Kutub al-Islamiya, 1407 AH), 176, Hadith # 352.

محمد بن الحسن، طوسی، تہذیب الأحکام (تحقیق خرسان)، ج6، چاپ: چہارم (تہران، دار الکتب الإسلامیہ، 1407 ق)، 176، حدیث نمبر352۔

30. Kalini, *Al-Kafi*, Vol. 5, 59.

کلینی، الکافی، ج5،59۔

31. Muhammad bn Jarir, Abu Jaafar Tabari, *Tarikh Tabari*, Vol.5, Chaap II (Beirut, Dar al-Tarath, 1387 SH), 598.

محمد بن جریر، ابو جعفر طبری، تاریخ طبری، ج5، چاپ: دوم (بیروت، دار التراث، 1387ق)، 598۔

32. Majlisi, *Bihar al-Anwar al-Jamaa Ladarar Akhbar al-Imam al-Athar*, Vol. 45, 365.

مجلسی، بحار الأنوار الجامعة لدرر إخبار الأئمة الأطہار، ج45، 365۔

33. Abu al-Qasim bn Ali Akbar bn Hashim Taj al-Din al-Musawi al-Khoei, known as Abu al-Qasim al-Khoei, *Mujam Rijal al-Hadith and Tafsilu Tabqat e al-Rawah*, Vol. 19 (Qom, Al-Khoei Institute of Islam), 109, Hadith #: 12185.

إبو القاسم بن علی إکبر بن ہاشم تاج الدین الموسوی الخوئی المعروف إبو القاسم الخوئی، مُعْجَمُ رجالِ الْحَدیث وَتَفْصیلُ طَبَقاتِ الرُّواۃ، ج19 (قم، مؤسسہ الخوئی الاسلامیہ)، 109۔ رقم الحدیث12185۔

34. Abdullah, Mamqani, *Tanqieh al-Maqal fi elam al-Rijaal*, Vol.3 (Najaf al-Ashraf, Al-Maktab al-Mortazawiyya, 1350 SH), 2206.

عبداللہ، مامقانی، تنقیح المقال فی علم الرجال، ج3 (نجف الاشرف، المکتبة المرتضویة، 1350ھ)، 2206۔

35. Muhammad bn Umar, Kashi, *Rijaal Al-Kashi*, (Beirut, Muwsah Al-Alami al-Matbohaat, 1430 AH), 98, Hadit # : 59.

محمد بن عمر، کشی، رجال الکشی، (بیروت، مؤسسة الأعلمی المطبوعات، 1430ق)، 98، رقم الحدیث59۔

36. Muhammad Ibn Ali Ibn Babouyeh, Ayoon al-Akhbar al-Raza (a.s), Vol.1, (Tehran, np., 1378 SH), 249.

محمد بن علی ابن بابویہ، عیون إخبار الرضا علیہ السلام، ج1، (تہران، ناشر ندارد، 1378ق)، 249۔

37. Ali Ibn al-Husayn, Abu al-Faraj al-Asbahani, *Muqatil al-Talbeyin* (Qom, Al- Maktabah e Haidariyeh, 1423 AH), 222.

علی بن الحسین، ابو الفرج الاصبہانی، *مقاتل الطالبیین* (قم، مکتبہ الحیدریہ، 1423ق)، 222۔

38. Ibid, 290

ایضاً، 290۔

39. Ibid.

ایضاً۔

40. Ali Ibn Isa, Bani Hashemi, Arbali, *Kashf al-Ghamma fi Mafirah al-Imamah*, Vol. 2, (Tabriz, Al-Qadimah, 1381 SH), 477.

علی بن عیسی، بنی ہاشمی، اربلی، *کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمۃ*، ج2، (تبریز، القدیمۃ، 1381ق)، 477۔

41. Ibn Abi Zainab, *Al-Ghaiba*t, 273.

ابن ابی زینب، *الغیبۃ*، 273۔

42. Majlisi, *Bihar al-Anwar al-Jamaa Laderar Akhbar al-Imam al-Athar*, 216-

مجلسی، *بحار الانوار الجامعۃ لدرر اخبار الائمۃ الاطہار*، 216۔

"اصول فلسفہ وروش رئالیسم"-چند صفحات کا مطالعہ (3)

Study of a few Pages from: "Principals of the Philosophy and Methodology of the Realism" (3)

Open Access Journal
Qtly. Noor-e-Marfat
eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nooremarfat.com
Note: All Copy Rights are Preserved.

Dr. Abou Hadi
Director Noor Research & Development Pvt (Ltd.); Islamabad.
E-mail: noor.marfat@gmail.com

Abstract:

This article is in fact, the 3rd part of the series discussion about Allama *Muhammad Hussain Tabatabai*'s book "Principles of the Philosophy and Methodology of the Realism"; a book annotated by the explanatory footnotes of Professor *Murtaza Mutahari*.

In the light of the words of *Allama Tabatabai* and professor martayred *Murtaza Mutahari*, the author has explaned the definition of philosophy, the types of cognitions, the need for philosophy and its difference from other sciences.

Along with this, the attitude and reasoning of the materialists against philosophy has been also examined. Furthermore, the topics and problems of philosophy and its relation with other sciences have also been highlighted. While explaining the relationship between philosophy and science, it is clarified that all sciences are dependent on philosophy for the affirmation of their subject. On the other hand, although philosophy is not dependent on the sciences, but it can hunt certain philosophical problems from the problems of science.

Key words: Philosophy, Realism, Idealism, Materialist, Science, Muhammad Hussain Tabatabai, Murtaza, Mutahari.

خلاصہ

پیشِ نظر مقالہ استاد مرتضی مطہری کے تشریحی نوٹس سے مزین، علامہ طباطبائی کی کتاب "اصول فلسفہ و روش رئالیسم" کے چند صفحات کے مطالعہ پر مشتمل سلسلۂ بحث کی تیسری قسط ہے۔ اِس مقالے میں علامہ طباطبائی اور استاد شہید مرتضی مطہری کے کلام کی روشنی میں فلسفے کی تعریف، ادراکات کی اقسام، فلسفہ کی ضرورت اور اس کے دیگر علوم سے فرق پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ فلسفہ کی بابت مادہ پرستوں کے روےّے اور استدلال کا جائزہ لیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں، فلسفے کے موضوع و مسائل اور دیگر علوم کے ساتھ فلسفے کی نسبت کو بھی اجاگر کیا گیا ہے۔ فلسفے اور سائنس کے تعلق کے بیان کے ضمن میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ تمام علوم، اپنے موضوع کے اثبات میں فلسفے کے محتاج ہیں اور فلسفہ، اگرچہ سائنسز کا محتاج نہیں ہے، تاہم یہ سائنس کے مسائل سے بعض فلسفی مسائل کا انتزاع کرتا ہے۔

کلیدی کلمات: فلسفہ، ریالزم، آئیڈیالزم، مادہ پرست، سائنس، روش، محمد حسین، طباطبائی، مرتضی، مطہری۔

1. فلسفہ کیا ہے؟

علامہ طباطبائی نے اپنی کتاب "اصول فلسفہ و روش رئالیسم" کے پہلے مقالے کا عنوان "فلسفہ کیا ہے؟" قرار دیا ہے۔آپ فلسفہ کی تعریف پیش کرنے سے پہلے بطور مقدمہ رقمطراز ہیں کہ ہماری دنیا میں اَن گنت موجودات اور بے شمار مظاہر پائے جاتے ہیں اور ہم خود بھی اسی مجموعے کا ایک حصہ ہیں۔ لیکن یہاں ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہم کسی چیز کو حقیقی Real سمجھ رہے ہوتے ہیں لیکن بعد میں انکشاف ہوتا ہے کہ وہ چیز، محض ایک وہم و سراب تھی۔ اس کے برعکس، ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہم کسی چیز کو موہوم سمجھ رہے ہوتے ہیں، لیکن کچھ عرصہ بعد ثابت ہوتا ہے کہ وہ چیز حقیقت رکھتی تھی۔ بنابریں، اپنی دسترس میں موجود تمام اشیاء اور اُن کے اسباب کے بارے میں بحث اور تحقیق کے فطری غریزے کے تحت ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم حقیقی موجودات اور موہوم موجودات میں فرق ڈالیں۔ اب جو علم یہ کام انجام دیتا ہے، اُسی کا نام فلسفہ ہے۔ پس، " فلسفہ "، "حقائق" کی شناخت کا دوسرا نام ہے اور "حقائق" کو "اعتباریات" اور "وہمیات" سے الگ کرنا ہی فلسفے کا ایک بنیادی کام ہے۔

علامہ طباطبائی کے اس بیان کی وضاحت میں استاد مطہری لکھتے ہیں کہ یہاں اس نکتہ کی یاد دہانی ضروری ہے کہ ہمارے ذہنی مفاہیم 3 عمدہ اقسام میں تقسیم ہوتے ہیں:

۱۔ **حقائق**: یعنی وہ مفاہیم جن کا ہمارے ذہن سے باہر کی دنیا میں واقعی مصداق پایا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر ہمارے ذہن میں پائے جانے والے "پانی"، "ہوا" اور "خاک" کے مفاہیم؛ کہ ہمارے ذہن سے باہر کی دنیا میں ان تینوں مفاہیم کے واقعی اور عینی مصداق پائے جاتے ہیں۔ پانی ہماری پیاس بجھاتا ہے، ہَوا سے ہم آکسیجن حاصل کرتے ہیں اور خاک ہمارا بچھونا بنتی ہے۔ پس ایسے مفاہیم کو حقیقی مفاہیم کا نام دیا جاتا ہے۔

۲۔ **اعتباریّات**: یعنی وہ مفاہیم جن کا ذہن سے باہر کی دنیا میں کوئی واقعی مصداق نہیں پایا جاتا۔ لیکن ہماری عقل اُن کا کوئی نہ کوئی مصداق فرض کر لیتی ہے۔ یعنی ایک ایسی چیز کو اِن مفاہیم کا مصداق قرار دے دیتی ہے کہ جو حقیقت میں اُن کا مصداق نہیں ہوتی۔ مثال کے طور پر اگر ایک ہزار سپاہیوں سے ایک فوج تشکیل دی جائے تو ان میں سے ہر جوان، فوج کا ایک حصہ شمار ہو گا، فوج، اِن تمام سپاہیوں کے مجموعے کا نام ہو گا اور ہر سپاہی جوان کو فوج سے وہی نسبت ہو گی جو "جزو" کو "کُل" کے ساتھ حاصل ہوتی ہے۔

تواِس مثال میں ہم ہر سپاہی جوان کے بارے میں الگ الگ شناخت بھی رکھتے ہیں جس کی بنیاد پر اُن کے بارے میں مختلف حکم لگاتے ہیں؛ لیکن جوانوں کے مجموعے کے بارے میں بھی کہ جسے ہم نے فوج کا نام دیا ہے، ایک شناخت اور ادراک رکھتے ہیں اور پوری فوج پر بھی مخصوص حکم لگاتے ہیں۔ تو یہاں ایک ایک فوجی جوان کے بارے میں ہمارا الگ ادارک اور اُن کی شخصی شناخت Personal Identity، درحقیقت، ہمارا حقیقی ادراک ہے۔ کیونکہ ہر سپاہی نوجوان، حقیقت کی دنیا کی ایک حقیقت ہے جو ہمارے اُس نوجوان کے ذہنی مفہوم کا ایک واقعی اور عینی مصداق ہے۔ لیکن جوانوں کے مجموعے، یعنی "فوج" کے بارے میں ہماراادارک، ایک اعتباری ادراک ہے، کیونکہ فوج (مجموعے) کے ذہنی مفہوم کا کوئی واقعی مصداق نہیں پایا جاتا۔ اگر عالم حقائق میں کوئی حقیقت پائی جاتی ہے تو وہ الگ الگ افراد (سپاہی) ہیں، مجموعہ (فوج) نہیں ہے۔ پس ایسے ذہن مفہوم کو جس کا حقیقت کی دنیا میں کوئی مصداق نہ ہو، اعتباری مفہوم کا نام دیا جاتا ہے۔

۳۔ **وہمیات**: ایسے مفاہیم کہ جن کا عالم خارج میں کوئی مصداق نہیں پایا جاتا، بلکہ وہ باطلِ محض ہیں۔ مثال کے طور پر دیو، پَری یا عنقا یا بخت وغیرہ کا تصور۔

ہمارے ذہنی مفاہیم کی ان اقسام کے تناظر میں فلسفے کا کام حقائق کو اعتباریات سے جدا کرنا ہے۔ کیونکہ "وہمیات" کے بارے میں کم و بیش ہر شخص جانتا ہے کہ یہ حقیقت کی دنیا میں وجود نہیں رکھتیں؛ لیکن اعتباریات چونکہ حقائق کے روپ میں جلوہ گر ہوتی ہیں اور اُنہیں حقائق سے جدا کرنا خاصا مشکل کام ہوتا ہے تو یہاں فلسفہ ہماری مدد کرتا ہے تاکہ ہم حقائق اور "اعتباریات" میں فرق ڈال سکیں۔ البتہ یہ کوئی آسان کام نہیں ہے، بلکہ یہ اتنا مشکل کام ہے کہ یہاں بڑے بڑے فلسفیوں کے قدم لڑکھڑا جاتے ہیں۔ استاد مطہری کے بقول:

"انسانی عقل و فہم کے بارے میں نقادی کرنے والے یورپ کے جدید دانش مندوں نے کافی کوشش کی ہے کہ ذہن کے خود ساختہ مفاہیم کو ان حقائق سے جو عالم خارج میں واقعی طور پر پائے جاتے ہیں، جدا کر دیں۔ لیکن یہ مہم جوئی، ان دانش مندوں میں سے بعض کے جادۂ حق سے منحرف ہونے اور آئیڈیالزم (سفسطے) کی سرحد تک چلے جانے کا موجب بنی ہے۔ بلکہ ایک مقام پر پہنچ کر ان دانش مندوں نے تمام انسانی ادراکات کو فقط اور فقط ذہن کی ایجاد قرار دے دیا ہے۔ اور بعض لوگوں نے تو اس مہم جوئی میں شک کا مذہب (Skepticism) اختیار کر لیا ہے۔ اسلامی فلسفہ میں بھی اس موضوع پر خصوصی توجہ دی گئی ہے اور اعتباریّات کو حقائق سے جدا کرنے کے لیے مفید تحقیقات انجام پائی ہیں۔ ہم اس باب میں یورپی فلاسفرز کی نقادی اور مسلمان دانش مندوں کی تحقیقات اس کتاب کے پانچویں مقالے میں پیش کریں گے جو کہ اسی موضوع کے ساتھ مختص ہے۔"[1]

بنابرایں، اپنی ماہیت کے لحاظ سے فلسفہ، سفسطے Idealism کے مقابلے میں ہے۔ کیونکہ سوفسطائی، انسانی ذہن سے باہر کی دنیا میں حقائق کا منکر ہوتا ہے اور وہ تمام ذہنی ادراکات و مفاہیم کو حقیقت سے عاری اور محض ذہنی اختراعات قرار دیتا ہے۔ لیکن فلسفی، ذہن سے باہر کی دنیا میں پائے جانے والے حقائق کو قبول کرتا ہے۔ اُس کے مطابق ہمارے بعض ذہنی ادراکات، حقیقی اور واقع کے مطابق ہوتے ہیں؛ لیکن بعض ادراکات اعتباری ہوتے ہیں۔

2. فلسفہ پڑھنا کیوں ضروری ہے؟

اپنی کتاب "اصول فلسفہ و روش ریالیسم" کے پہلے مقالے میں علامہ طباطبائی مدعی ہیں کہ ہم دو لحاظ سے فلسفہ کے محتاج ہیں۔ایک، اپنی فطری روح تحقیق کی وجہ سے۔اور دوسرا، اس لیے کہ فلسفے کے علاوہ دیگر علوم فلسفہ کے محتاج ہیں۔ اس لئے کہ علوم خواہ طبیعی ہوں یا ریاضی، سائنسی روش سے کام کرنے والے ہوں یا یا برہان و قیاس کی بنیاد پر، سب کسی نہ کسی موضوع کے محتاج ہیں۔ کیونکہ جب تک کسی علم کا کوئی خاص موضوع نہ ہو، وہ علم وجود میں ہی نہیں آتا۔ یہی وجہ ہے کہ یہ علوم اپنے موضوع کے وجود کو ثابت شدہ اور واقعی فرض کرنے کے بعد اس کی خصوصیات اور اثرات کے بارے میں بحث کرتے ہیں۔ پس کسی چیز کے بارے میں یہ اطمینان حاصل کرنا کہ وہ چیز فلاں خصوصیت، فلاں حالت یا فلاں اثرات رکھتی ہے، اِس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ پہلے ہمیں یہ اطمینان حاصل ہو کہ وہ چیز پائی بھی جاتی ہے۔اب کسی چیز کے پائے جانے کا اطمینان کیسے حاصل ہو؟ یہ اطمینان ہمیں فقط فلسفہ دلا

سکتا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ تمام علوم، اپنے موضوع کے اثبات میں فلسفہ کے محتاج ہیں۔

3. فلسفہ اور دیگر علوم میں فرق

استاد مطہری نے علامہ طباطبائی کی مذکورہ بالا تحریر پر اپنے تشریحی نوٹ میں لکھا ہے کہ فلسفے اور دیگر علوم کے فرق کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض اوقات بعض لوگ، "فلسفہ" اور "علم" کی اصطلاحات میں خلط ملط کر دیتے ہیں۔ آپ رقمطراز ہیں کہ فلسفے کا لفظ جس کی جڑیں یونانی زبان میں پائی جاتی ہیں، ماضی میں ایک وسیع مفہوم میں استعمال ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ انسان کی تمام نظری اور عملی علوم فلسفہ کے دائرہ میں شامل تھے اور یہ لفظ تقریبا "علم" کے لفظ کے مترادف تھا۔ نہ فقط یونان میں، بلکہ قدیم مسلمان دانش مندوں کے ہاں بھی معاملہ کچھ ایسا ہی تھا۔ لیکن جب سے بعض علوم میں "سائنسی تجربے" نے "قیاس و برہان" کی جگہ سنبھالی تو دانش مندوں کے ہاں "فلسفہ" اور "علم" کے الفاظ جدا جدا معانی میں استعمال ہونے لگے۔ لہٰذا وہ لوگ کہ جو تجربے اور عقلی قیاس و برہان، دونوں کو معتبر اور صحیح قرار دیتے ہیں، اُن کے ہاں فلسفے اور علم کے درمیان فرق یہ پایا جاتا ہے کہ ایسے مسائل پر بحث کہ جن تک انسان نے تجربے کی بدولت رسائی پاتا ہے، اُس کا نام "علم" ہے اور ایسے مسائل پر بحث کہ جن تک انسان، عقلی تاملات اور سوچ و بچار کے ذریعے پہنچتا ہے، اُس کا نام "فلسفہ" ہے۔

4. فلسفہ اور مادہ پرست

سترہویں صدی عیسوی میں چند دانش مندوں نے "عقلی برہان و قیاس" کے معتبر ہونے کا صاف انکار کیا۔ اُن کی نظر میں فقط حسّی تجربہ ہی بحث کا صحیح اور قابلِ اعتماد اسلوب ٹھہرا۔ ان کے مطابق، اگر کسی فلسفے کی بنیاد، علم (سائنس) پر استوار نہ ہو تو وہ بے پایہ اور بے بنیاد ہے۔ اور علم کی بنیاد حواس پر رکھی گئی ہے اور حواس کی دسترس فقط طبیعت کے ظواہر اور Phenomena تک ہے۔ پس فلسفہ اس لیے بے سود، ناقابل اعتماد اور حقیقت سے دُور ہے کیونکہ یہ صرف نظری و عقلی مسائل پر بحث کرتا ہے اور یہ اشیاء کے ظواہر کے بارے میں نہیں، بلکہ ان کے باطن Noumena اور کوکھ کے بارے میں بحث کرتا ہے جو کہ غیر محسوس امور ہیں اور اُن پر حواس سے کوئی دلیل قائم نہیں کی جا سکتی۔

انیسویں صدی عیسوی کے معروف فرانسیسی دانش مند Auguste Comte کا شمار بھی ان دانش مندوں میں سے ہوتا ہے جو فلسفے اور عقلی استدلال کے منکر ہیں۔ البتہ، کومٹے، سائنس کی بنیاد پر استوار، حسّی فلسفہ پر عقیدہ رکھتا ہے اور اُس کا فلسفہ Positivism کا فلسفہ ہے۔ Comte سائنسی علوم میں زیرِ بحث لائے جانے والے

ایسے مسائل کو فلسفی مسائل کا نام دیتا ہے جو محسوسات کی دنیا کے کلی اور عمومی مسائل ہوتے ہیں۔ اُس کے مطابق چونکہ تمام سائنسی علوم یا اکثر سائنسی علوم میں، مختلف علوم کے باہمی روابط بیان ہوتے ہیں یا بڑے بڑے مفروضے قائم کیے جاتے ہیں تو اِن مسائل پر بحث ایک کلی اور عمومی بحث ہونے کے لحاظ سے فلسفہ سے شباہت رکھتی ہے، لہٰذا ایسی بحث کو "حسی فلسفہ" کی حیثیت سے قبول کیا جا سکتا ہے اور یہ معتبر بھی ہے۔

کومٹے کے بعد، فلسفہ کے منکرین میں ایک بہت بڑا گروہ، مادّہ پرستوں اور ڈیالیکٹک میٹیریالزم کے طرفداروں کا ہے۔ علامہ طباطبائی کی کتاب "اصول فلسفہ و روش رئالیسم" کے پہلے مقالے کی ابتدائی مباحث پر اپنے تشریحی نوٹس میں استاد مرتضیٰ مطہری نے فلسفے کی اہمیت اور اس کے اعتبار validity کے منکرین کی آراء کا مختصر تنقیدی جائزہ لیا ہے۔ آپ اس گروہ پر تنقید کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ:

> " تعجب اِس بات پر ہے کہ یہ دانش مند حضرات، عین اُس وقت کہ جب ایسے مسائل کے اثبات یا نفی کے درپے ہوتے ہیں کہ جن پر حسّ یا حواس سے کوئی گواہی موجود ہی نہیں ہوتی، دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ہر جگہ تجربے اور حسّ کی منطق کے پیروکار ہیں۔ جیسا کہ اگلی بحثوں میں ثابت ہو جائے گا، ہمارے قاری کی اس امر پر ابھی سے توجہ رہے کہ مادی فلسفہ اور اس کا آخری نظام یعنی ڈیالیکٹک میٹیریالزم، درحقیقت، ایک "نظری فلسفہ" ہے، نہ کہ حسّی اور تجربی فلسفہ۔ "[2]

خلاصہ یہ کہ استاد مطہری کے بقول حسّی فلسفے کے حامی بظاہر تو یہ دعوی کرتے ہیں کہ وہ حس اور سائنسی تجربے کے پیروکار ہیں، لیکن عملی طور پر وہ فلسفۂ اولی کی بحثیں چھیڑتے ہیں اور ناخواستہ طور پر خالص عقلی مسائل کے اثبات یا ردّ کے درپے ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا مادی فلسفے کی آخری شکل، یعنی جدلیاتی مادہ پرستی [ڈیالیکٹک میٹیریالزم] اپنی تشہیر کی غرض سے ابتداً میں تو حسّ اور حسّی علوم کی بات کرتی ہے اور بعض اوقات ایک سائنسی حقیقت میں تحریف کرکے اسے اپنے مدعا پر دلیل کے طور پر پیش کرتی ہے، لیکن یقیناً یہ اپنی منطق پر کاربند نہیں رہتی اور آگے چل کر ایسے مسائل کے بارے میں بحث میں الجھ جاتی ہے جو محض عقلی مسائل ہیں اور ان کا شمار فلسفۂ اولی کے نظری مسائل میں ہوتا ہے۔ اِن مسائل کے اثبات یا ردّ پر حسّ اور تجربہ سے کوئی گواہی موجود نہیں ہوتی۔

نتیجہ یہ کہ مادہ پرستوں نے فلسفے اور سائنس کی بحثوں کو آپس میں خلط ملط کرکے رکھ دیا ہے اور یہی ان کا سب سے بڑا نکتہ ضعف ہے۔

5. فلسفہ اور دیگر علوم کا باہمی فرق

"اصول فلسفہ و روش رئالیسم" کے پہلے مقالے کے تشریحی نوٹس میں استاد مطہری نے فلسفی مسائل اور سائنسی

مسائل کا فرق سمجھانے کے لیے ایک مقدمہ باندھا ہے۔ وہ مقدمہ یہ ہے:

"بنی نوع بشر کے ہاں رائج علوم میں سے ہر علم، چند مخصوص مسائل کے بارے میں بحث کرتا ہے جس کی بنیاد پر اُس علم کو ایک مخصوص نام دے دیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر فزکس، کیمیا، حساب، ہندسہ، نجوم، بیالوجی وغیرہ وغیرہ۔ علوم کی ان شاخوں میں سے ہر شاخ، ایک خاص سنخ (قسم) کی معین معلومات تک ہماری رسائی ممکن بناتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان علوم کی مباحث میں پڑنے سے پہلے ہمیں یہ اندازہ ہوتا ہے کہ مثال کے طور پر فلاں علم پڑھ کر ہمیں کس طرح کی معلومات حاصل ہوں گی۔ کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ "ہر علم، نام ہے کچھ ایسے مسائل کے بارے میں بحث کا جو ایک خاص موضوع اور خاص فیلڈ سے مربوط ہوں اور ہر علم کے مسائل آپس میں مربوط ہوتے ہیں اور اُن کا یہی ارتباط انہیں آپس میں جوڑتا اور دیگر علوم کے مسائل سے جدا کرتا ہے۔" لہٰذا اگر ہم کسی بھی علم کی تعریف تک رسائی حاصل کرنا چاہیں یا یہ جاننا چاہیں کہ فلاں مسئلے کو کن مسائل کی صف میں شمار کرنا اور اسے کس علم کا مسئلہ قرار دینا چاہیے تو پھر ہمیں مختلف علوم کے موضوعات کو سمجھنا ہوگا اور جب تک ہمیں یہ معلوم نہ ہو کہ مثال کے طور پر حساب کے علم کا موضوع کیا ہے اور ہندسہ کے علم کا موضوع کیا ہے، تب تک ہم حساب کے مسائل اور ہندسہ کے مسائل میں فرق نہیں سمجھ پائیں گے۔ دیگر علوم میں بھی معاملہ ایسا ہی ہے۔"[3]

اس مقدمے کی روشنی میں واضح ہے کہ فلسفہ بھی مخصوص مسائل کے حل کا عہدہ دار ہے اور اس کے مسائل کا بھی ایک خاص موضوع ہے۔ فلسفہ کبھی بھی سائنسز کے مسائل میں دخالت نہیں کرتا۔ ہاں! یہ اجازت بھی نہیں دیتا کہ سائنسز فلسفے کی حدود میں داخل ہوں۔ پس فلسفہ کے مسائل کو فلسفہ میں حل کیا جانا چاہیے اور سائنسز کے مسائل کو خود سائنسز میں۔ فلسفہ نہ اجازت دیتا ہے کہ اس کے مسائل کسی اور علم میں حل کیے جائیں اور نہ ہی یہ دیگر علوم اور سائنسز کے مسائل حل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور یہی فلسفے اور دیگر علوم کا عمدہ فرق ہے۔

6. فلسفے کا موضوع اور مسائل

اپنی کتاب "اصول فلسفہ و روش ریالیسم" کے پہلے مقالے میں علامہ طباطبائی نے وجود شناسی میں خطا اور صواب کے امکان کو در حقیقت، فلسفے کی ضرورت کا مقدمہ قرار دیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

"جیسا کہ ہم بعض اوقات اشیاء کے احکام و خواص میں غلط فہمی یا تردید کا شکار ہو جاتے ہیں، مثال

کے طور پر ہم یہ کہتے ہیں کہ فلاں ترکیب میں یہ ذائقہ نہیں پایا جاتا (خواہ ہم یہ بات یقین اور قاطعیت سے کہیں یا شک و تردید کے ساتھ) حالانکہ اس میں وہ ذائقہ پایا جاتا ہو یا بر عکس۔ اسی طرح بعض اوقات ہم اشیاء کے وجود کے بارے میں بھی خطاً یا جہل میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر ہم یہ کہتے ہیں کہ روح عالم خارج میں پائی ہی نہیں جاتی یا بخت اور اتفاق نامی چیزیں پائی جاتی ہیں۔ پس واضح ہے کہ سابقہ دو مثالوں میں بحث کی روش ایک نہیں ہے۔ بلکہ پہلے ایک چیز کے وجود کو ثابت کیا جانا چاہیے یا اسے مفروض الوجود قرار دے کر اس کے خواص اور احکام کے بارے میں بحث کرنا چاہیے۔" [4]

یہاں اپنے تشریحی نوٹس میں استاد مطہری رقمطراز ہیں کہ فلسفے کا موضوع اور مسائل، دیگر علوم کے موضوع اور مسائل سے یکسر مختلف ہے۔ کیونکہ فلسفہ کبھی بھی کسی ایک یا چند ایک مخصوص موضوعات کے احکام کے بارے بحث نہیں کرتا؛ بلکہ یہ برہان اور عقلی استدلال کی بنیاد پر ایسے مسائل کے بارے میں بحث کا نام ہے جن کا موضوع اور محور، "مطلق وجود" Absolute Existence اور اس کی خصوصیات یا احکام و عوارض ہیں۔ بنابراین، فلسفہ اشیاء کے وجود و عدم کے بارے میں اور "مطلق ہستی" کے احکام کے بارے میں بحث کرتا ہے؛ جبکہ علوم میں سے ہر علم، کسی ایک یا چند ایک مخصوص موضوعات کو مفروض الوجود فرض کرنے کے بعد ان کے احکام و آثار کے بارے میں بحث کرتا ہے۔ سائنس میں بحث اشیاء کی بود و نابود کے بارے میں نہیں ہوتی؛ بلکہ ان کی خصوصیات اور اثرات کے بارے میں ہوتی ہے۔ فلسفے اور علوم کے فرق کو مزید اجاگر کرنے کے لیے استاد مطہری نے درج ذیل دو مثالیں پیش کی ہیں:

1. ہم ہندسے کے علم کو لیتے ہیں جس کی ایک بحث یہ ہے کہ ہر دائرے کا رقبہ، $C = 2\pi r$ کا فارمولا استعمال کرتے ہوئے معلوم کیا جا سکتا ہے۔ اب اس جملے کا معنی یہ ہے کہ جب بھی دائرہ واقعی وجود پائے گا تو اُس میں یہ خصوصیت پائی جائے گی۔ یعنی ہم نے پہلے ایک دائرہ فرض کیا ہے اور بعد میں اس پر یہ حکم لگایا ہے کہ اُس کا رقبہ فلاں فارمولا کے تحت معلوم کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر یہ سوال درپیش ہو کہ آیا عالم ہستی میں دائرہ نام کی کوئی چیز پائی بھی جاتی ہے یا نہیں؟ اور کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم جسے دائرہ سمجھتے ہیں، وہ حقیقت میں کثیر الاضلاع شکل ہوتی ہو؟ تو یہ مسئلہ، ہندسہ کے علم میں حل نہیں کیا جا سکتا، بلکہ اسے فلسفے میں حل کرنا ہوگا۔ کیونکہ دائرے کے وجود یا عدم کے بارے میں بحث ہو رہی ہے، نہ کہ اس کے خواص اور احکام کے بارے میں۔
2. اگر معلوم کرنا ہو کہ آیا ہر جسم ایک خاص شکل رکھتا ہے یا ہر جسم سے خاص شعاعیں نکلتی ہیں؟ تو یہ مسئلہ

فزیکل سائنسز کا مسئلہ شمار ہو گا۔ لیکن اگر مسئلہ یہ درپیش ہو کہ آیا "جسم" (3dimensional Thing) عالم ہستی میں پائی بھی جاتی ہیں یا نہیں، ایسی اشیاء جحم ہی نہیں رکھتیں؟ تو یہ مسئلہ فلسفی مسئلہ ہو گا۔

7. آیا فلسفہ، سائنس کا محتاج ہے؟

فلسفہ اور سائنسی علوم کے باہمی تعلق کے حوالے سے یہ سوال اہم ہے کہ آیا جس طرح سائنسز، اپنے موضوعِ بحث کے وجود کے اثبات میں فلسفے کے محتاج ہیں، فلسفہ بھی اپنے مسائل کے اثبات میں سائنسز کا محتاج ہے یا نہیں؟اس سوال کے جواب میں علامہ طباطبائی لکھتے ہیں کہ:

> "جس طرح تمام علوم، اپنی کاوشوں کے نتیجہ بخش ہونے میں فلسفہ کے محتاج ہیں، اسی طرح فلسفہ بھی اپنے بعض مسائل میں سائنسز کے بعض مسائل کا سہارا لیتا ہے تاکہ ان کے نتائج سے استفادہ کرتے ہوئے مسئلہ انتزاع کرے۔"[5]

اس نکتے کی وضاحت میں استاد مرتضی مطہری لکھتے ہیں کہ یہ بات بالکل درست ہے کہ فلسفہ اپنے بعض مسائل میں سائنسز سے استفادہ کرتا ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اگر فلسفہ، کسی سائنسی مسئلہ سے استفادہ کرے تو وہ سائنسی مسئلہ، بذاتِ خود فلسفی مسئلہ بن جاتا ہے۔ اور نہ ہی اس کا مطلب یہ ہے کہ فلسفے نے سائنسی مسئلے سے اپنے مسئلے کا "استنتاج" کیا ہے۔ بلکہ مقصد صرف اس بات کا بیان ہے کہ فلسفہ، سائنسز کے مسائل سے ایسے ایسے مسائل کا انتزاع کرتا ہے جو فلسفی پہلو رکھتے ہیں۔

بنابراین، اگرچہ علامہ طباطبائی کے مذکورہ بالا بیان سے یہ تاثر ملتا ہے کہ فلسفہ بھی اپنے بعض مسائل میں سائنسز کا محتاج ہے؛ لیکن استاد مطہری یہاں "انتزاع" اور "استنتاج" کی اصطلاحات کی بہترین تشریح بیان کرتے ہوئے یہ واضح کر دیتے ہیں کہ نہ تو فلسفہ، دوسرے علوم کا محتاج ہے اور نہ ہی کوئی فلسفی مسئلہ، نہ من و عن، ایک سائنسی مسئلہ قرار پا سکتا ہے۔

8. استنتاج اور انتزاع کا فرق

استاد مرتضی مطہری کے مطابق، "استنتاج" یہ ہے کہ ذہن ایک کلی حکم سے جزئی حکم کا نتیجہ اخذ کرتا ہے۔ مثال کے طور پر جب ہمارے لیے یہ ثابت ہو جائے کہ "ہر طبیعی وجود فناء پذیر ہے" تو ہم اس کلی حکم سے یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ "درخت فناء پذیر ہے۔" اگر ہم اسی نتیجہ گیری کو منطقی شکل دینا چاہیں تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ:

درخت ایک طبیعی موجود ہے   ہر طبیعی موجود فناء پذیر ہوتا ہے

پس، درخت فناء پذیر ہے۔

مذکورہ بالا مثال میں ہم نے ایک کلی حکم [ہر نیچرل شئے فنا پذیر ہے] سے ایک جزئی حکم [درخت فنا پذیر ہے] بطورِ نتیجہ اخذ کیا ہے۔ اس نتیجہ گیری کو "استنتاج" کہا جاتا ہے۔ "استنتاج" میں نتیجہ اخذ کرنے والا، درحقیقت، کوئی نیا انکشاف یا نیا کارنامہ سرانجام نہیں دیتا، بلکہ پہلے سے ثابت شدہ ایک کلی قانون کا ایک خاص نمونہ بیان کر دیتا ہے۔

اب اِس تناظر میں سوال یہ ہے کہ آیا فلسفی مسائل کو سائنسی مسائل سے استنتاج کیا جاسکتا ہے؟ اس سوال کے جواب میں استاد مطہری لکھتے ہیں کہ: " کبھی بھی فلسفی مسائل، علمی مسائل سے یوں استنتاج نہیں کیے جا سکتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس حکم سے نتیجہ نکالا جاتا ہے، اسے عام تر ہونا چاہیے یا دوسرے الفاظ میں اس کا دائرہ وسیع تر ہونا چاہیے اور جس حکم کو نتیجے کے طور پر اخذ کیا جاتا ہے، اسے خاص ہونا چاہیے۔ اب چونکہ فلسفہ کے مسائل عام ترین مسائل ہیں، کیونکہ ان کا موضوع مطلق وجود ہے، اور "وجود" سب سے عام ترین موضوع ہے، لہٰذا یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک فلسفی حکم کو ایک سائنسی حکم سے بطور نتیجہ اخذ کیا جائے۔ کیونکہ ایسا صرف اُس صورت میں ہو سکتا تھا کہ سائنس کا موضوع، فلسفے کے موضوع کی نسبت وسیع تر ہوتا۔ حالانکہ سائنس کا موضوع "مادہ" ہے جس کی نسبت فلسفے کا موضوع، یعنی "وجود" وسیع تر مفہوم ہے۔

ہاں، یہ ممکن ہے کہ ایک فلسفی حکم کو ایک سائنسی حکم سے انتزاع کیا جائے۔ انتزاع کیا ہے؟ فلسفے اور نفسیات کی اصطلاح میں معمولاً "انتزاع" اُس مخصوص ذہنی عمل کا نام ہے کہ جسے " تجرید" بھی کہتے ہیں۔ انتزاع یا تجرید یہ ہے کہ انسانی ذہن چند مشابہ اشیاء کا ادراک حاصل کرنے کے بعد ان کا آپس میں مقایسہ کرتا ہے۔ اُن کی امتیازی خصوصیات کو جدا کرتا ہے اور اُن کے درمیان پائی جانے والی مشترکہ خصوصیت کو جدا کرتا ہے۔ پھر اِس مشترکہ خصوصیت سے ایک کلی مفہوم بناتا ہے جو ادراک شدہ تمام اشیاء پر صادق آتا ہے۔ اِس ذہنی عمل Process کو "انتزاع" کہا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر ہمارا ذہن پہلے زید، خالد، یاسر اور عمار وغیرہ وغیرہ کا ادراک حاصل کرتا ہے اور پھر ان کی امتیازی خصوصیات کو نظر انداز کرتے ہوئے اُن کے درمیان ایک مشترکہ خصوصیت سے ایک کلی مفہوم اخذ کرتا ہے جسے ہم اپنی مثال میں "انسان" کا مفہوم نام دیتے ہیں۔

بنابرایں، فلسفہ اپنے بعض مسائل کو سائنسز کے مسائل سے انتزاع تو کرتا ہے لیکن یہ سائنسی مسائل سے کبھی اپنے مسائل کا استنتاج نہیں کرتا۔

*****

References

1. Allama Syed Muhammad Hussain Tabatabaie, *Usool-e Falsafa wa Rawish-e Realism*, Vol. 1 (Tehran, *Intesharat-e Sadra*, 1393 SH.), 39.

علامہ سید محمد حسین، طباطبائی، اصول فلسفہ وروش ریالیسم، جلد1 (تہران، انتشارات صدرا، 1393ھ، ش)، 39۔

2 . Ibid, 42.

3 . Ibid, 43.

4 . Ibid, 42-43.

5 . Ibid, 45.

The Role of Philosophy and Mathematics in the Creation of Social Realities

(In the context of theory of Divine Economics)

Open Access Journal
Qtly. Noor-e-Marfat
eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nooremarfat.com
Note: All Copy Rights are Preserved.

Kausar Ali
Ph.D Scholar; Department of Philosophy; University of Tehran.
E-mail: kausar.kim110@gmail.com

Dr. Mohammad Ali Abdullahi
Director faculty of theology; University of Tehran, Farabi Campus, Tehran.
E-mail: abdllahi@ut.ac.ir

Abstract:

Philosophy and mathematics provide solid ground of establishing social realities and play crucial role to create a dynamic society. Unawareness about the critical role of Philosophy and mathematics and lack of knowledge about essence and existence of social realities will bring serious philosophical, psychological, economic and social unavoidable serious consequences. Therefore, understanding of their essence and existence of social realities would bring revolutionary changes in economics for progress and perfection in society.

In the light of well-known western economists, the conventional economics is fail to revive social relations and create active collective intentionality because it works only for benefits of the limited individuals and the major part of the society spend their lives under huge economic pressure. The currant article is an innovative philosophical investigation on essence and existence of social and their crucial role to make a society alive and dynamic. Divine Economics has power to rebirthing, re-organizing and regulating social relations with active collective intentionality.

Divine Economics can accelerate and intensify the collective intentionality to perform institutional cooperation dynamically

in order to get progress and achieve various levels perfection and fulfill various needs but it needs philosophical foundations. Under the umbrella of Divine Economics, with help of Philosophy and mathematics s, social life can be organized and facilitated, and our various needs and desires can be fulfill because it is empowered by dynamic social relations and active collective intentionality.

Key words: Mathematics, Philosophy, Philosophy, Social Realities, Intentionality, Progress, Reconstruction, Divine Economics.

Importance and need of Philosophy and mathematics

Philosophy and mathematics are real sisters that remained together for centuries and they contributed a lot for the progress and perfection of various civilization. At the climax of every civilizations (Egyptian[1], Greek[2], Indian[3], Chinese[4] Babylon[5]) the Philosophy and mathematics were at also at their best flow of progress and perfection.

The dawn of the climax of Islamic civilization emerged when the great mathematicians and philosophers were brought up in the cradle of Islamic lands. With their mathematical theories, the golden age of Islam is started. Al-*Khwarizmi, al-kindi, al-karaji, Al-biruni, Farabi and Avicenna* etc. brought about revolutionary change in Islamic civilization in the golden age. The 7th to 13th century, they invented the present arithmetical decimal system[6] .*Due to various reason the separation between two real sciences split-up was enforced the down fall of Islamic golden age began.*

I am of the strong opinion that for the revival and reconstruction of "the Islamic Golden Age" Philosophy and mathematics should be considered one existence with two face and they should be united educationally. Mathematics and

Philosophy are steps of the ladder of progress and perfection. Therefore, we cannot get progress without that ladder. It should be noted that mathematics is middle steps and Philosophy is the higher steps of the ladder. It should be taken into serious consideration that no can go to the higher steps without using lowers steps of the ladder. On the other hand, who is standing upon the higher steps cannot say that he does not need lower steps of the ladders.

Socrates, first in the history used the title as philosopher for him for showing his love and affection for wisdom and knowledge. He showed his humbleness against those who claimed to be men of knowledge and wisdom but actually they were sophists and were famous for their fallacies in Greek's courts and used to win their cases.

He was given the title of the wisest man of Athens. When he was asked: why you were declared that why you have been declared the wisest in Athens, in spite of that there were a lot men of knowledge and wisdom in the city. He politely replied: *"I know that I do not know but they even don't know that they don't know".* [7] Aristotle receive enrich legacy of Philosophy and Philosophy. He did not remain confined to that great legacy but he increased in it and laid the foundations of new sciences that is why he is called "*the First Educator*".

When this legacy reached to Islamic civilization, the impure Philosophy got enriched, transcendental, progressive and comprehensive and ultimately become "Transcendental Wisdom" with the struggle of *SADRA* who united the famous four methods into one school of thought charismatically. By declaring the Holy Quran in the center, His Transcendental Wisdom is blend of four famous method; *Theological*[8]*, Intuitional*[9]*, Peripatetic*[10] *and Illumination*[11]. [12] In this way, he resolves the controversies of four schools of thoughts and paves the way for progress and perfection.

Systematic understanding of existence of Philosophy and Mathematics

It is very famous that metaphysical is called the mother of all sciences. Why it is called mother of sciences? It is because its subjects are existence that encircles all the sciences. All sciences are required Philosophy to prove their existence and the most important point is this that all the sciences use the basic principles and laws of Philosophy.

A human being may be described with various characteristics:

1) As ***unity or multiplicity***[13], a whole or a part, and materialized or potential.
2) Sometimes, he may be described with some other characteristics as being equal to something or ***smaller or greater***.
3) He may be described as moving or at rest, or as hot or cold.

It should be noted that characteristics of third category cannot be accident on immaterial existent and characteristics of second category can be attributed to things that have only quantity. (SADRA 2019). As long as concern of first category, it does not need to be mathematical or natural existent for attaching these characteristics, but rather existence of an existent is sufficient. The existent that has not quantity cannot be attributed as small and big and the existent that have not matter cannot be attributed with motion and stationary. However characteristics of unity or multiplicity, in action or potential don't need such condition.[14] All the natural and experimental sciences discuss accidents of things and these accidents need a matter.

Mathematical sciences like; geometry, arithmetic and music discuss quantity and figure. However, the first kind of characteristics and accidents are not discussed neither experimental sciences nor mathematical sciences. Inevitably,

they should be discussed in any science. Definitely, it is the Philosophy who does not only discuss these characteristics but also its main topic is the reality. That is because metaphysic (Philosophy) is differentiated from others sciences.

In contemporary Philosophy, some famous philosophers of the western and Muslims philosopher have drawn their attention towards the social realities and facts and have started philosophical investigation on this topic. These realities and facts are called *(ITIBARIYAT)* accreditations and respectival. [15]

Please look at graph give below to understand the importance of Philosophy and mathematics. (Next Page: Figure 1)

In nutshell, according to Aristotle, vaccine, Farabi, Imam Fakher-e Razi and the rest of Muslims philosophers Mathematics is a major branch of Philosophy and it is considered second rank of Philosophy itself that plays crucial role to construct structure of human civilization.

Philosophy of Man's interaction with mathematical and philosophical Realities

Natural tendencies of curiosity, fulfilling needs and desires motivate man to know the realities and facts that are scattered around him. Self-love and desire of development and progress compel him to strive and struggle for exploring realities around him.[16] Since the beginning of life on the planet of earth, man started interaction with various kinds of realities and facts in order to fulfill his needs and desires. Gradually, he explores various kinds of realities and facts for developing various sciences in order to develop his individual and collective life and achieving the higher status for perfection and excellence. According to the various levels of the existence, there are various kinds of realities and facts.

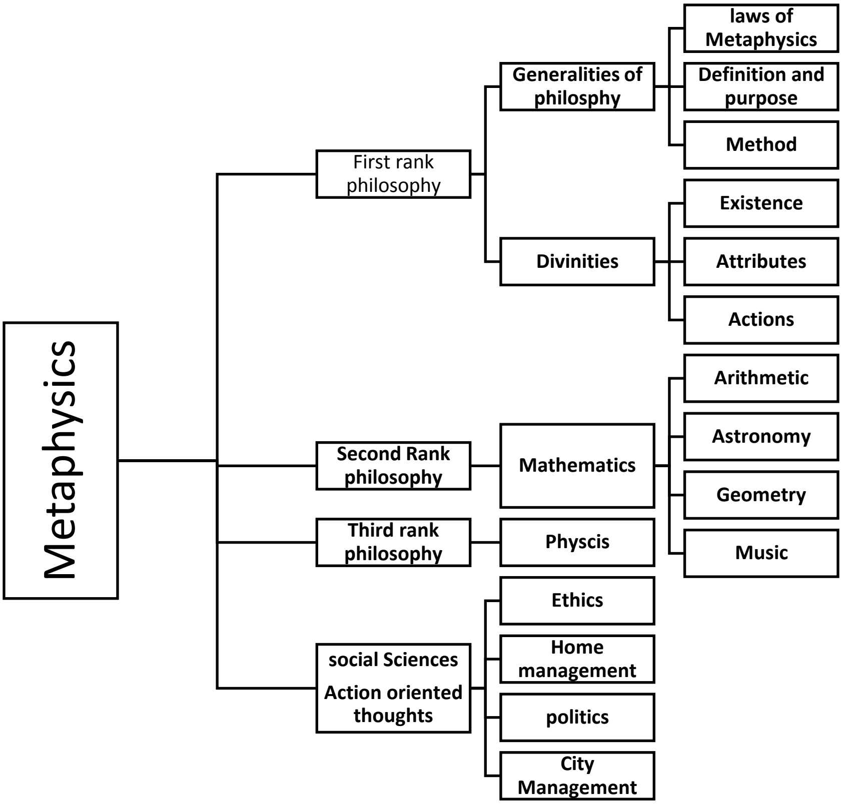

Figure 1: relations of Philosophy and various sciences

There are physical and material world and we have material realities. There are semi-metaphysical and metaphysical world and we have metaphysical, semi-metaphysical mmathematical realities and facts. (Next Page: Figure 2)

After exploring the various realities, man wants to fulfill our various needs and desires by them. It is very difficult to interact with them; therefore, he should have to make some tools to interact with them.

For example; when you are hungry and thirsty, you have certain knowledge of your need but how to fulfill them, you should need tools and method to fulfill your needs. These tools are called respective [17] and accreditations and the methods are called norms.

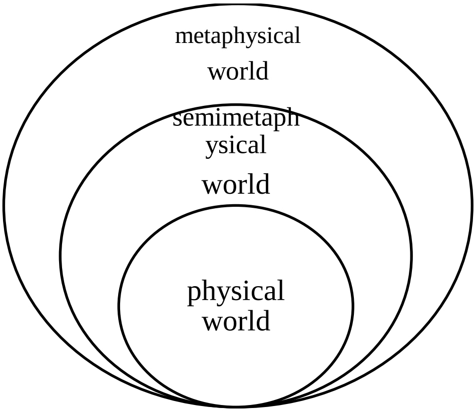

Figure 2: level of World

Man made a pot and named it glass. It should be noted that there is no glass in the external world. It is norms of the society that decide how to drink the water and how to eat the food. Norms are supported by collective intentionality of the intellectual of the society and they are recognized by the common people for the collective and individual progress[18]. If someone violates the norms, he will have to face unpleasant consequence from the individual of the society.[19]

Why does the violation of norms and accreditations end with unpleasant consequences? It is based on social interest and collective intentionality. This is turning point in the reconstruction of the social sciences and Divine Economics is one of the social sciences. In nutshell, mathematics and meta-physics provide philosophical foundations for created social realities including language and banks, currency, university, presidency etc. As it was mentioned that mathematics discusses quantity and numbers in its various branches and all social realities and accreditation require quantity and numbers. Therefore, they need mathematics for their creation, maintenance and continuation. On the other hand, every social

science is standing on philosophical foundations; therefore, they need Philosophy for the creation.

Mode of Mathematical, Philosophical and social Sciences perception

It is very important to understand the conceptualization of various intelligible in order to understand the mode of existence and essence of various sciences: These universal concepts facilitate the construction of robust theoretical frameworks by addressing the ontological (mode of existence) and epistemological aspects various sciences.

Therefore, it is also necessary to examine the nature of various perceptions. It is clear that physics, chemistry and physiology with all their scientific tools and experimental methods can only clarify the operation of the nervous system and the changes that occur in them, but they cannot interpret the truth of perception from a philosophical point of view. The truth is that physical and chemical operations and physiology are related to human perception and spiritual life and play an important role in this field. It is obvious that the application of conditional reflection on human psychological life will cause a pure mechanical theory to be expressed for human psychological life. [20]

Kinds of knowledge

In Islamic philosophical tradition, knowledge is divided into two kinds: acquired knowledge and presentational knowledge. Acquired knowledge is perceived by man through an external object through its form or concept. In other words, the object itself should not be in the human soul and mind, but the form or concept of the object should be presented to the intellect.

For example, our knowledge about a mountain or a sea are not present in our minds, but we constantly gain knowledge about them through mental concepts. [21]

On the other hand, in presentational knowledge in which the object itself is present in the soul or mind without any form or concept; such as our knowledge of ourselves or the states of the soul such as will, ***pleasure, pain, courage and faith.***[22] When a person experiences pain, it cannot be said that the concept or form of pain is in his mind, because the concept or form of pain does not make a person feel pain.

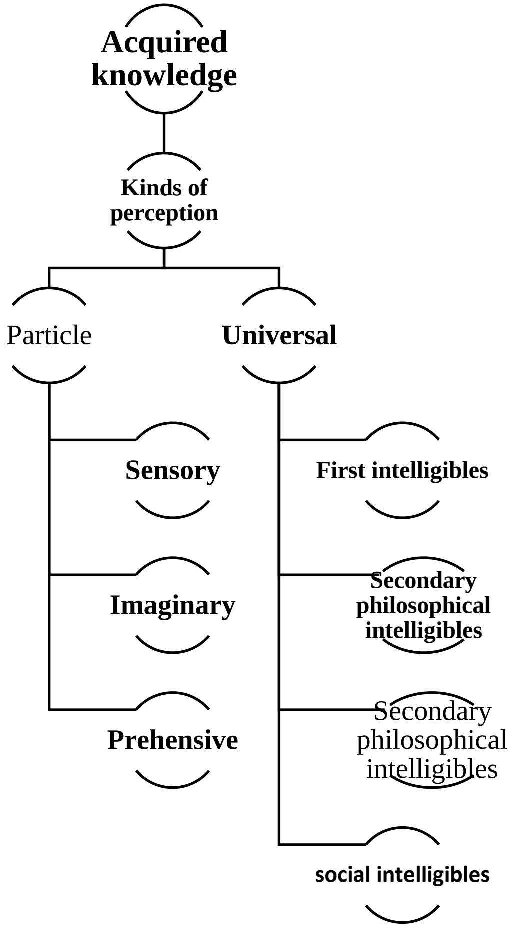

Figure 3: Kinds of Human perception

Material definition of perception and its consequences

In short, acquiring knowledge itself is divided into four types: sensory, imaginary, and prehension (***wahm***) and intellectual.[23] I would like to mention the various kind of perception in the followings:

1. **Sensory perception:** in term of philosophical term, it is the perception of a partial external object by means of the five senses, such as seeing a sight or hearing the voice of the other person. (Ibn-e Sina 2006)
2. **Imaginary perception:** is the perception of a partial external matter without any of the five senses being related to that object; For example, if you now want to understand a person who is not present with you, you bring his face to mind, but at the same time, none of your senses are related to him.
3. **Prehension (wahm) perception:** it is the perception of partial meanings. First of all there is not any form, but the meaning. Secondly: none of the senses can communicate; like perceiving the love of one's father, the enmity of one's enemy, or perceiving the faith, piety, and courage of a particular person, or his jealousy and avarice. [24]It is obvious that in these types of perceptions, the human mind does not perceived form because love, enmity, faith, piety, courage, jealousy, miserliness and the like basically have no shape.

Therefore, in the definition of prehension perception, partial meanings are mentioned, not partial images. We also emphasize that this type of perception, although it belongs to meanings, is partial.

Universal Intellectual perception: It is perception of meaning not the form. Therefore, it is different from imaginary perception. On the other hand, it is universal perception, not partical, therefore, it is different from sensory, imaginary, and illusory perception. On the third hand, it has nothing to do with sensory devices. [25]Please look at the following graph to understand completely the various universal perceptions!

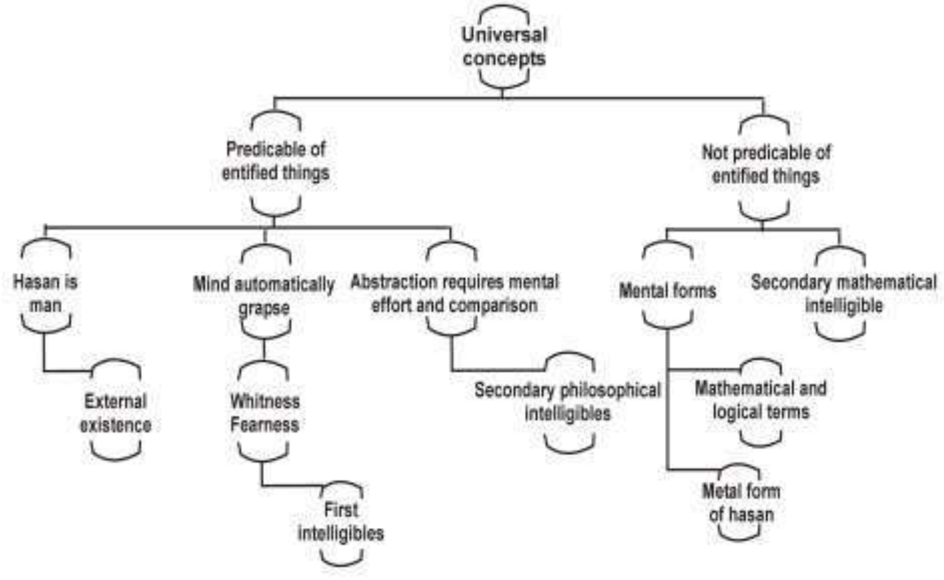

Figure 4: Kinds of Intelligible

Explanation:

When one or several individual perceptions are obtained by means of the external senses or internal intuitions, immediately the intellect acquires a universal concept of them, such as the universal concept of 'whiteness'. Such concepts are called whatish concepts or first intelligibles. *(Misbah 2004)*. The concepts of the second group which are applied only to mental things are called 'secondary logical intelligibles'**.**

It should be taken into serious consideration that there is another group of concepts whose abstraction requires mental effort and comparison of things with one another, such as the concepts of ***cause and effect***, which is abstracted by attending to the relevant relation after comparing two things such that the existence of one depends on the other. For example, when we compare fire with the heat which comes from it, we notice the dependence of the heat on the fire. The intellect abstracts the concept of cause from the fire and the concept of effect from the heat. [26] These concepts are called secondary philosophical intelligibles / secondary mathematical intelligibles because they created after strive of mind and comparison. Subject of mathematics is quality and number therefore; these concepts are created by man's intellect after hard strive of mind and comparison.

In nutshell, intelligibles can be classified into three groups. Whatish concepts or sensory intelligibles, secondary philosophical and mathematical concepts and secondary logical intelligible.

Characteristics of Mathematical concepts

At first, I would like to mention the utilization of the characteristic of whatish concepts, after that will mention the characteristics of mathematical concepts. As it was mentioned that whatish concepts are first intelligibles.

a. They describe the what-nesses of things.
b. They specify the limits of their existence.
c. They are like frameworks for existents.

The characteristics of mathematical concepts:

a. They are not obtained without comparison and intellectual analysis.
b. When they are applied to existents they describe types of existents.

c. They describe the kind of relations, a relation which also exists among other things. [27]

Therefore; they may be defined as conceptual frameworks. These concepts are employed in various experimental sciences.

[*It should be remembered that every universal concept for which there is a sensory, imaginary, or prehensive (wahmī) idea, not a philosophical concept. It is to be noted that the opposite of this characteristic does not generally hold of whatish concepts that is, it is not the case that for every whatish concept there is a sensory, imaginary or prehensive form. For example, the concept 'soul' is a species concept and a whatish concept, there is no particular mental form of it, and its instance can only be intuited by presentational knowledge*.]

Mathematics and various levels of the world

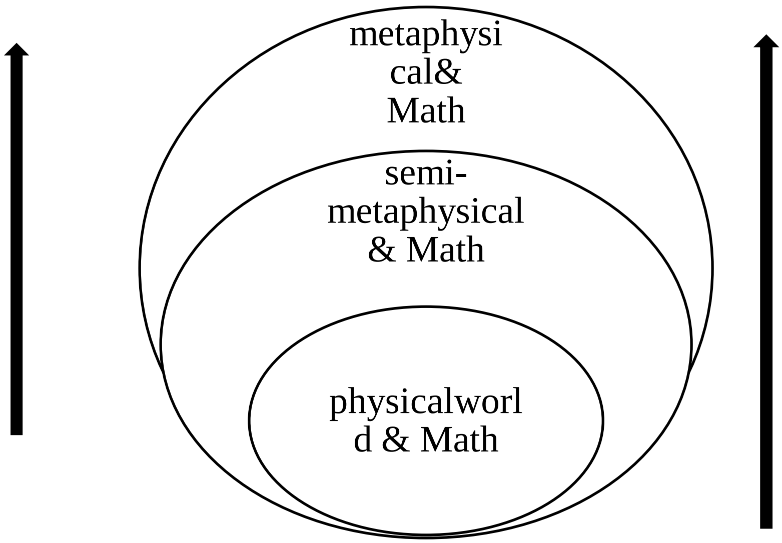

Figure 5: Mathematics and various levels of world

Mathematics and Divinity

Mathematics travels with Philosophy from physical world to metaphysical world but it should be remembered that it

cannot enter into "the Oneness"[28] of "Necessity Being"[29] and His attributes because it's not mathematics al. His attributes are existentially infinite like His existence while infinity of mathematical figure belongs to potentiality and their form are accredited and respective. Therefore, it's the only domains of existence and attributes of Allah Almighty where mathematics cannot enter because of its limitation. On the other hands, in His actions Mathematical contributes a lot. Accounts of His actions and His decree for creatures are counted with mathematics ally (arithmetic). As greater Muslims theologian and mathematics, the entire universe is supported by accurate mathematical system. Pythagoras said that this universe is made of numbers.

Role of Mathematics (Arithmetic, Geometry and Music**) in creation of world in the light Pythagoras's thoughts**

The core belief of Pythagoreans was that the universe and all things within it were made numbers and thus everything could be counted. Perhaps his most important work in this regard is that he demonstrated that the strength of sounds is dependent on the length of the sound waves. He showed that melodies have their properties based on numerical ratios and are converted into numbers. He established music as a science in the meaning of the word by introducing calculation to it. The main axis of the Pythagorean Philosophy is to consider the entire world to include numbers and rhythm.

This is because numbers for the Pythagoreans are not numbers but shapes. Therefore, they did not symbolize numbers with numbers, but rather they symbolized them with points equal to the ones in them, and they composed these points in a geometric manner. On this basis, the world is made up of numbers, considering that the world is shapes and those shapes according to the Pythagoreans are geometric shapes

and they correspond to numbers.

As for melodies and tone, they are the hormonal harmony achieved through forms. All existence is harmonious according to a harmonious rhythm, and we conclude from that that any defect in that harmonious tonal harmony constitutes a defect in existence. From the point of view of the Pythagoreans, the world is a set of numbers and geometric shapes harmonized musically and harmonically. Therefore, Pythagoras envisioned the world in his general Philosophy, mathematics ally.

The Pythagoreans believe that the movements of the spheres have tones, and their argument for this is that if a body moves with some speed, it produces a sound that is the sound of the vibration of the air or ether, so the movements of the spheres in the upper ether must have sounds, and the speed of the spheres varies with their distance, just as the speed of vibrations varies in the sound. Depending on the length of the strings, there must be melodies in the sky like the melodies of the oud, and if we do not feel them, it is because we feel them in connection, and sound is only felt in addition to silence. [30]

In nutshell, all the levels of the universe are actions of Allah Almighty and all His actions are supported by His mathematical knowledge for the creations, maintenance and continuation of millions of system and sub-system in this universe. Therefore; mathematics is the Divine Science and is descended upon His creatures according to the capacity of their existent.

It seems that, first of all, **substance and accident** are types of secondary philosophical intelligibles, none of which can be considered a highest genus and whatish category.

Secondly, as has been proclaimed by Sadr al-Muta'allihīn, motion is an ontological concept and is neither itself a category, nor is it included in any whatish category.

Thirdly, many things which are called objective accidents and are taken to be categories or types of categories (including all

of the seven relational categories) are abstracted concepts, and none of them are objective accidents to be considered as independent whatish categories or types of categories.[31]

Quantity:

The category of quantity may be defined in this way: it is an accident which is essentially capable of being divided; and the modifier 'essentially' is used in order to exclude from the definition divisions of other categories, because their divisions are obtained subordinate to the divisions of quantity. Quantity may be generally divided into two kinds: continuous (i. e., geometrical quantity) and discrete (i. e., number), each of which includes different kinds which are discussed in the two sciences of geometry and arithmetic. (Next Page: Figure 6)

Role of Philosophy and Mathematics in Creation of Social Realities

It should be noted and taken into deep consideration that we cannot make social realities without quantity and number even the greatest philosopher and mathematics ian cannot do that. As it was mentioned that subject of mathematics is quantity and numbers. Now, suppose! There is no quantity and numbers, how can social realities be created without them?

What are social realities?

When man places his foot in the society and observes that there are realities which are exist and but their existence is not as real as physical realities. In spite of that we confer upon them status of realities and behave with like physical realities and sometime more than that. They have a great impact on human life. It is surprising that all human beings, whether powerful or weak, must submit to these social-economic (credit) realities.

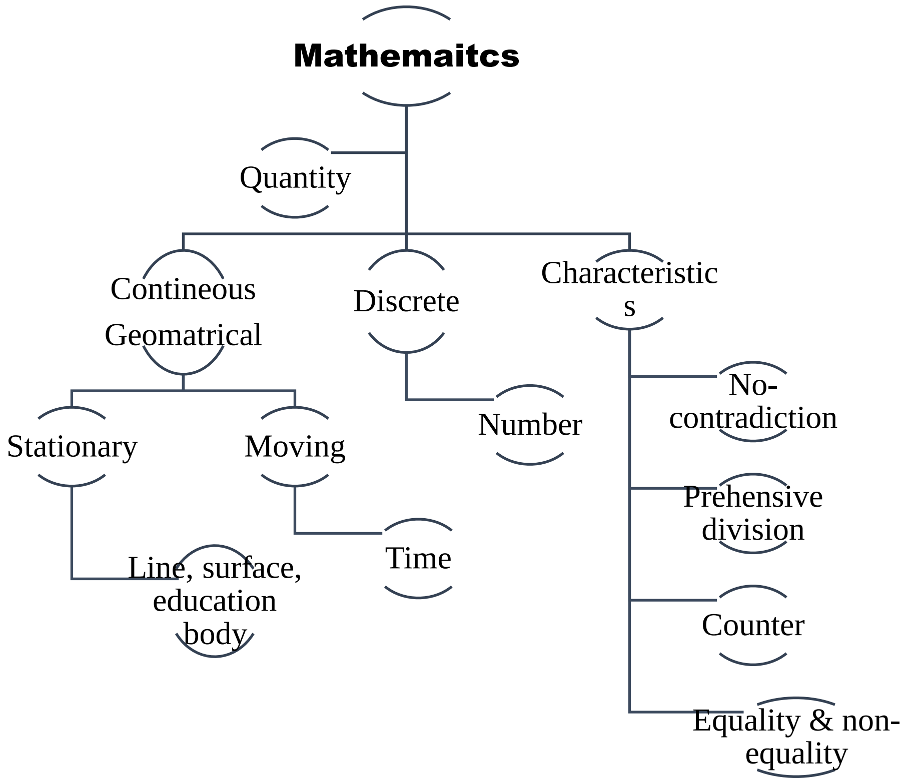

Figure 6: subject of Mathematics

Although their existence is not like that of stone, wood, mountain, and sea, but these existences have soft power. The complexity of social-economic realities are accreditations and respectival.[32] They are like a spider's web, in other words, how accreditation is connected with institutions and individuals. Their existence so complicated that it is not possible to get the way of their existence without deep thinking. Man has made a lot of social progress because of them because their role is fundamental progress. Their role should be carefully analyzed ontological and philosophically.

A society social-economic accreditations cannot be assumed. In society, with the help of this accreditation, all the primary and secondary, fixed and variable, material and spiritual, worldly and hereafter, physical and spiritual needs of man are met, and man walks on road to perfection and progress with freedom. They are action oriented thoughts and their existence is required philosophical foundations; particularly, ontology and epistemology)[33] as we proved it.

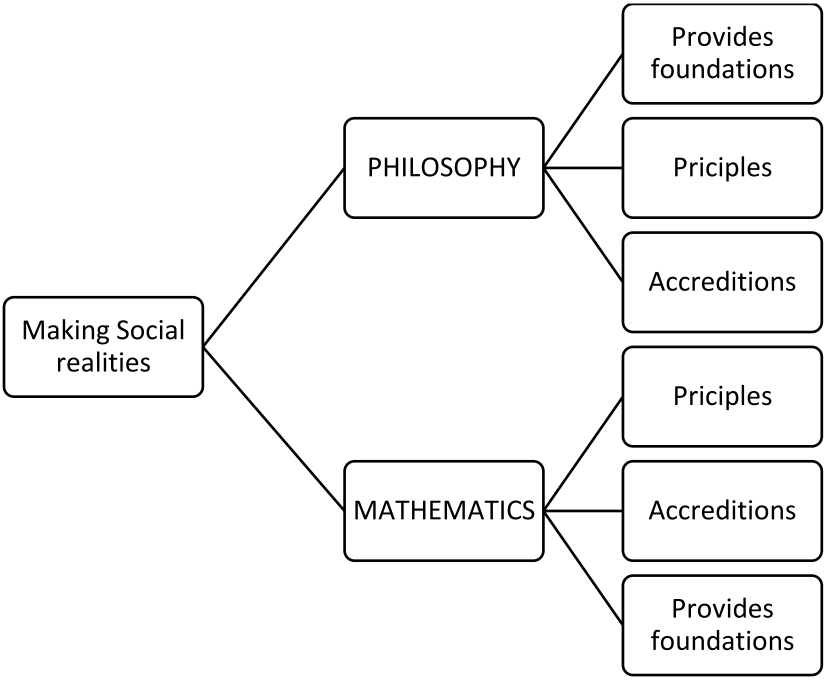

Figure 7: Social realities, Philosophy and Mathematics

Philosophical Foundation of social realities

Humans do different types of action every day in their lives, for example; educational, moral, religious, personal (related to food, drink, and clothing). He has power to perform various actions but cannot perform all of them due to limitations of time, place, authority and choice. Therefore, he prioritizes his list of actions and chooses the top priority. With the passage of

time, the physical, cognitive, practical and intellectual energy of a person increases; his social relations also begin to increasing. Therefore, the scope of his relations increases, but his choice becomes more difficult, while the scope of his choice is wider than ever before.

The factors for choosing an action are of vast range, for example; instincts, desires, feelings and sense of insecurity, habit, imitation, exhortation, and other collective relations determine the sort of action. The German philosopher, Heidegger is of the view that we think that we are choosing the action by free will, whereas the reality is that we do not choose the action, but the action chooses us. The most important rational factor in human action is 'relative perfection of awareness', and his sort of intention, as a result of that man is got closed to the absolute perfection and this is the secret of deliverance and happiness of man. It should be noted that the motive and intent of the action determine the status and value of the action. As a result, the value and dignity of a human being is determined. [34]

So cognition, motivation and will are the part of the human personality that is not visible like an iceberg in the ocean that is under the water. This is the secret of human excellence and superiority. If the knowledge is perfect, the motivation and intention, (motivation) is divine, and the skill to perform the action is high, then this action will be ruled by pure rationality, the higher level of rationality. When the scope of human action enters in the boundaries of other people, then the role of Philosophy of rights and the Philosophy of ethics will be discussed. You may a legal action into a moral act with good intention

At this point, we have to look towards another horizon. As we know that the journey towards absolute happiness and perfection is the right of all individuals and this journey is not

possible without the rule of law and regulation. It is very important to keep have good intention while observing the rights of others but not enough because there must be an executive power that can stop the violation of rights. This is the only way to get individual and collective development and perfection.

All these sciences, i.e. Philosophy of ethics, Philosophy of rights, Philosophy of politics, are all related to the identity of man and his real status in human society. If the true identity and status of man are not achieved, then the whole system will become less beneficial with its harmful effects will start to appear and society will be destroyed. Instead of perfection and happiness, he will suffer degradation and misery.

Human existence is not self-necessity; therefore he gets his existence from compulsory being and remains always dependent.[35] If you change his position and status in the society, then the real goal will not be achieved. So here we have to understand the exact discussion of the existence of man (ontology).The last point of this academic discussion is how to evaluate the different views and beliefs of these sciences and cognizance of man? What will be the criteria of truth and falsity of propositions of these sciences and what will be the criteria of their reality?

This discussion is related to epistemology. Here, if epistemology is not governed by a high level of rationality, then the desired results cannot be achieved. On the contrary, if we should determine the stages of learning, then the first stage will be epistemology and the last stage will be Philosophy of ethics. This intellectual and educational journey of progress and perfection.

Please look at graph to understand the educational and learning mechanism as well as existing mechanism!

Figure 8: Existing mechanism!

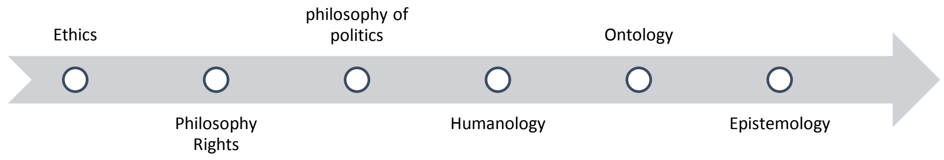

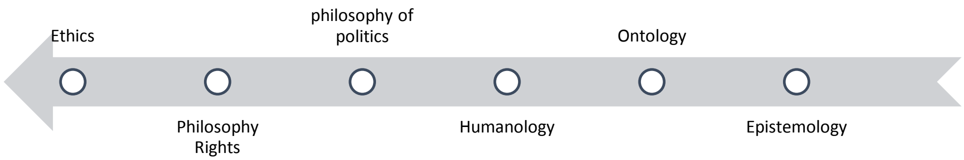

Figure 9: Learning mechanism

Role of Philosophy and Mathematics in creation of Divine Economics

Tt was mentioned that social realities are created in order to fulfill various needs of man. In order to fulfill natural desire of ownership and property, man developed traditional economics could not fulfill the natural desires of ownership, individual and social prosperity and well-organized life. Therefore, DE can replace the traditional economic system. In Divine economics, all the social-economic action is the Divine oriented. Therefore it action are legal as well moral. When you are performing an economic-collective function, consider the rights and morals.

I would like to mention the strong philosophic arguments in support of DE:

1) As we that self-love is fundamental brick of human existence that is in state of confliction and contradiction with social benefits.[36]
2) On the other hand, man has not sufficient intellectual-psychological capacity to solve the conflict between self-interest and social interest.
3) On the third hand, such phenomena is beyond the scope of human knowledge that is because it cannot create "motivation and affection for achieving the higher goals
4) Suggested solutions by various school of thoughts are not treatment of such confliction by canceling exclusive ownership or conferring exclusive ownership.
5) DE Suggests the solution with support of strong philosophical foundation of ontology, epistemology, moral Philosophy and cognizance of man.[37]
6) He says that man soul is hidden treasure of God Almighty and He Almighty knows the keys of that treasure. Man needs moral education through the Divine and His infallible representatives who are Ideal for him. As a result of this special education, the moral values and ideals that religion determines, the direction of affection and motivation which are actually the implementation of the same self-love is suggested. Ultimately, he may develop an ideal society with help of an Ideal who mentor and trainer of the humanity.

Central Role of Collective Intentionality in Creation, Maintenance and life Expectancy of Social Realities

We could be able to trace out some innovative ideas of about collective intentionality, its mechanism and consequences. DE [38] has very strong epistemological and ontological opinions about collective intentionality. There

are some terms in the works of Martyr Sadr, such as "collective stance" and "collective action" that reflects the concept of collective intentionality.

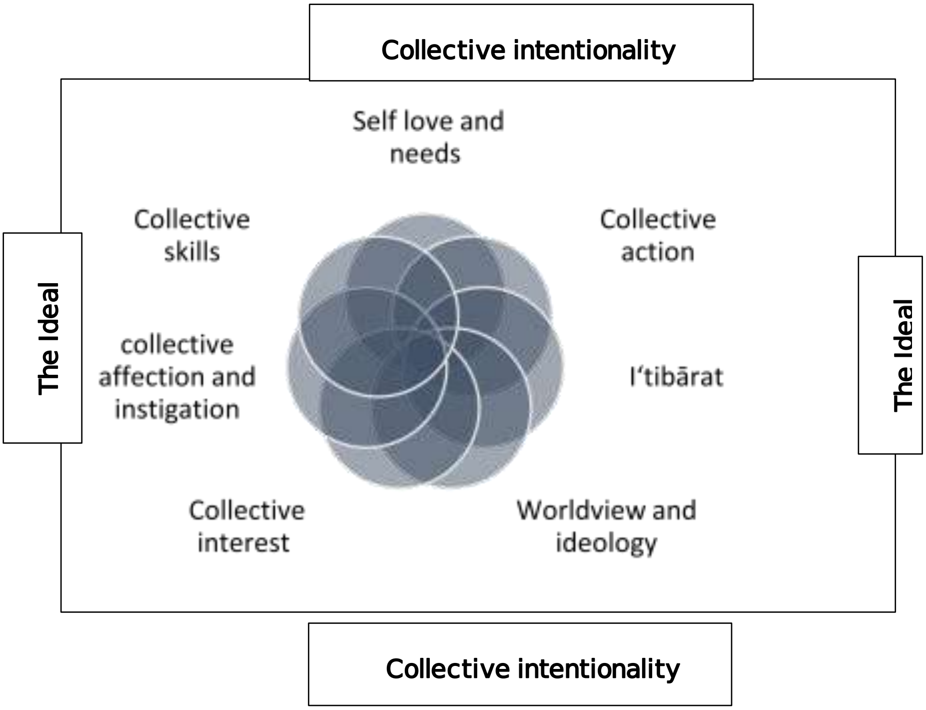

Figure 10: collective intentionality and Divine Economics

Criteria of Assessment and evaluation validity of Divine Economics

It should be also noted that that Divine Economics is also action oriented thoughts based on Divine philosophical foundation. Accreditation and respective realities of Divine Economics are epistemological real while ontological they are manmade in order to fulfill individual and collective needs. The criteria of their validity and invalidity cannot be decided through its propositions because we cannot judge its validity by its propositions because they are based on general perception of man. We will be able to judge its validity by its

consequences and effects on society and effect should be considered on man's soul and society.

Intentional action	Consequences related to self	Consequences related to others	Non-intentional consequences	Effects on soul
Trade	prosperity	Appreciation and prosperity	Rooting out poverty	Happiness and Nearness to Divine
Interest	Accumulation of wealth, class differentiation	Economic pressure at individual and collective level	Slump and crisis	War against Divinity and soul is polluted

Figure: 11

Conclusion:

Mathematics is branch of Philosophy and it cannot be separated from Philosophy. Both have crucial role in the creation, maintenance and continuation of physical, semi-metaphysical and metaphysical realities as well as play their vital role in creation, maintenance and continuation of social realities. Although their social realities are accreditations yet Philosophy and mathematics play their foundational role. As long as concern of Divine Economics, Philosophy and mathematics play their constructive and fundamental role in the creation, maintenance and continuation of social realities.

*****

References

1. Wilhelm Schmidt-Biggemann PHILOSOPHIA PERENNIS, historical outlines of western spirituality in ancient, medieval and early modern thought, 2004.25.
2. The Works of Archimedes. *Cosimo, Inc. 1 June 2007. 6.*
3. Heidi *Roupp* Teaching World History: A Resource Book. *M.E. Sharpe. pp. 112/D. H. Menzel; M. Minnaert; B. Levin; A. Dollfus; B. Bell (1971). "Report on Lunar Nomenclature by The Working Group of Commission 17 of the IAU". Space Science Reviews. (1997).* **12** *(2): 136.*
4. Jing Fang, Liu Xin (Loewe, Michael 2000. 90 (Loewe, Michael *2000.10 A Biographical Dictionary of the Qin, Former Han and Xin Periods (221 BC - AD 24).*
5. *Lewy, H. (1949). "Studies in Assyro-Babylonian mathematics and metrology". Orientalia. NS. 18: 40–67, 137–170/ Lewy, H. (1951). "Studies in Assyro-Babylonian mathematics and metrology". Orientalia. NS. 20: 1–12.*
   Bruins, E. M. "La classification des nombres dans les mathématiques babyloniennes". Revue d'Assyriologie. (1953) 47 (4): 185–188.
   Robson, E. "Guaranteed genuine originals: The Plimpton Collection and the early history of mathematical Assyriology". In Wunsch, C. (ed.). Mining the Archives: Festschrift for Christopher Walker on the occasion of his 60th birthday. Dresden: ISLET. (2002). pp. 245–292. / (Kidinnu was a Babylonian astronomer and mathematician (Dollfus; B. Bell (1971).15
6. *The Muslim Contribution to Mathematics s. Ali Abdullah Al-Daffa Croom Helm Ltd. London(1977) 9.*
   Al-Khowarizmi: His Background, His Personality, His Work and His Influence. by Professor Zemanek, Austria.Lecture notes in Computer Science, Springer Verlag, New York.Vol. 122, 1981.
7. *Plato. Plato in Twelve Volumes, Vol. 1 translated by Harold North Fowler; Introduction by W.R.M. Lamb./Cambridge, MA, Harvard University Press; London, William Heinemann Ltd. 1966.150.*
8. *The method of Islamic Theologian .*
9. *The Method of Sufism and Islamic Irfan.*

10. *Method* of Shaykh Shahab-ud-Din Sohrwardi (فلسفہ اشراق)
11. *The Method of Islamic Rational Philosophers Like; Farabi and Ibne Sina(فلسفہ مشا)*
12. *Murtaza Motahari, Jahan Beni Islami, (Tehran, Sadra, 1996), 86.*
13. *Common issue of philosophy and Mathematics.*
14. *Javadi Amoli, Intazaar Basher az Deen, (Qom, Israa, 2010), 5.*
15. *John Searle, Making the social world, Oxford, Oxford University Press, 2010), 4.*
16 . *Syed Sader, Muhammad Baqir, Alases al-Mazqiaat lilastaqra, Mowsah al-Shaeed al-Sader, Vol.2, (Qom, Markaz albahaas wa aldarsaat altehsiaat lil-shaeed al-Sader, 1424 AH), 222.*
17 . *Misbah Yazdi, Mohamamd Taqi, (Legennhusen) Philosophical Instruction, Sadra ,Tehran 1994*
18. *John Searle, Making the social world, published by oxford university press, 2010.3*
19. *Ibid, Muhammad Baqir, Alases al-Mazqiaat lilastaqra, 100-222.*
20. Ibid, 259-280.
21. Ibid, 310.
22. *Husain bn Abdullah, Ibn Sina, Amoli Hassan Zadeh, Sharh al-Isharat wa al-Tanbahat (Qom, Dafter Tablighat Islami Bostan Kitab,1386 SH, 2014), np.*
23. *Ibid, Muhammad Baqir, Alases al-Mazqiaat lilastaqra, 71-81.*
24. Ibid, *Ibn Sina, Sharh al-Isharat wa al-Tanbahat, np.*
25. *Ibid, Muhammad Baqir, Alases al-Mazqiaat lilastaqra, 20-35.*
26. *Muhmmad Taqi, Masbah Yazdi, Amuzesh Felsefah, Vol.1, (Tehran, Sazman Tablighat Islami, 1378 SH), 232.*
27. *Ibid.*
28. The Oneness of Allah Almighty is not mathematical but it's the pure and the right Oneness (وحدت حقہ)
29. واجب الوجود۔
30. *Yusof Karm, Tarikh al-Falsafat al-Yunaniati, (nc., Muasasat Hindawi Lil-Taleem wal Saqafat,2014), 33.*
31. *Ibid, Masbah Yazdi, Amuzesh Felsefah, 67.*
32. Allama Syed Muhammad Hussain Tabatabaie, *Usool-e Falsafa wa Rawish-e Realism*, Vol. 8 (Tehran, *Intesharat-e Sadra*, 1374 SH.), 67; *Ibid, Masbah Yazdi, Amuzesh Felsefah, np.*

33. John Searle, Making the social world, published by Oxford University Press, 2010.
34. *Ibid, Masbah Yazdi, Amuzesh Felsefah, 221.*
35. In light of Quran and Transcendental Wisdom By Mulla Sadra.
36. *Syed Sader, Muhammad Baqir, Felsaftena, Mowsah al-Shaeed al-Sader, Vol.1, (Qom, Markaz albahaas wa alDarsaat alTehsiaat lil-Shaeed al-Sader, 1424 AH), 5-10.*
37. *Syed Sader, Muhammad Baqir, Rasalatena, Mowsah al-Shaeed al-Sader, Vol.5, (Qom, Markaz albahaas wa alDarsaat alTehsiaat lil-Shaeed al-Sader, 1424 AH), 71-75.*
38. *Divine Ecnomics is a new theory in Economics presented by Dr.Nisar Husein Hamdani in Harvard and London School of Economics, in 1996. He complete his PhD from Quid-e-Azam University Islamabad.*

Editorial

The 64th issue of "*Noor-e- Marfat*", a quarterly research Journal, is here. The first paper of this issue is entitled "Divine Goals of Economic Upbringing of Man". According to this paper, *Allah Ta'ala* is our Lord and the best "Up Bringer" and the divine education is always intended to the definite goals. So, Allah almighty pursues specific goals in our economic upbringing. According to the author, these goals are:

> Identifying the essence and attributes of Allah, patience in financial trials, realizing poor towards Allah, having good faith towards Allah, developing sincerity in one's struggle, gratitude and ultimately, holding a person to the level of piety that he considers what he has from God and spends it according to God's instructions.

In this paper, the author has derived the above-mentioned goals of human economic upbringing from the verses of the Holy Qur'an and the traditions of the Holy Prophet (peace be upon them) through an empirical approach.

The title of the second paper in the present issue is "Review of different periods and history of *Imamiyah* political jurisprudence". According to this thesis, *Shia Imamiyah* political jurisprudence has passed through five main periods:

1. The era of the reign of Prophet Muhammad (PBUH) and Hazrat Ali (AS). Of course, this period is an important period of Shia political jurisprudence.
2. The period of fear *(Taqiyyah)*. This is the period in which the Umayyads came to power.
3. The period of the Safavid and Qajar dynasties. In this period, the Shia jurists strengthened the relationship with the rulers and took steps to establish Shia jurisprudence on the land of Iran.

4. The period of constitutional movement in Iran regarding limiting the absolute power of kings. This is the period in which modern political issues like elections, assemblies, equality, freedom and power became the focus of Shia jurists.
5. The most important period of Shia political jurisprudence, which is the period of the rule of *Wilayat al-Faqih*. In this period, the Islamic revolution under the leadership of *Imam Khomeini* introduced Shia jurisprudence to the latest political issues.

In the present paper, the progress of Shia political jurisprudence has been examined regarding all above periods.

The third article of this issue is entitled "Evaluation of objections to the establishment of Islamic government in the age of occultation", which examines the status of efforts for the establishment of Islamic government in the period of great occultation. In this paper, there is a scholarly critique and commentary on the arguments of those who claim that the responsibility of the Shias in the age of occultation is to remain quite silent, not to leave their homes, and to avoid unnecessary contact with people, adopt *Taqiyyah* and protect their life, property and faith.
In this article, this claim has also been examined that whether it is forbidden or permissible/obligatory to imitate *Imam Zamana* (A.S) during the time of occultation? According to the author, the traditions presented by the plaintiff as evidence for this claim are incapable of being authentic and their evidence against the defendant is incomplete because these traditions are in conflict with the verses of the Holy Qur'an and the reliable hadiths of the innocents (peace be upon them).

In the fourth paper of this issue, under the title "Study of a few

Pages from: Principles of the Philosophy and Methodology of the Realism (3)" the author has narrated the definition of philosophy, the types of cognitions, the necessity of philosophy and its difference from other sciences. He has covered all these topics in the light of *Allama Tabatabai*'s writings, with explanatory notes by *Ustad Murtaza Mutahari*.
This paper also examines the attitude and reasoning of materialists towards philosophy. Besides, the topic and the problems of philosophy are also highlighted. This paper explains the relationship between philosophy and other sciences too.

The title of the last paper is: The Role of Philosophy and Mathematics in the Creation of Social Realities (In context of theory of Divine Economics). In this paper, it is claimed that philosophy and mathematics provide a solid basis for establishing social facts and play an important role in shaping a dynamic society. According to the author, serious social consequences are coming out due to ignorance of this important point.
This paper is, in fact, a modern philosophical study on the importance of the role of philosophy and mathematics in making society alive and vibrant. The article contends that the divine economy has the power to regenerate, reorder, and organize social relations with active collective intent.
We hope that the 64th serial issue of *Noor-e-Ma'rfat* containing the above 5 articles will give better insight masters of knowledge. God willing!

Editor "*Noor-e-Ma'rfat*",

Dr. Sheikh Muhammad Hasnain Nadir.

NATIONAL ADVISORY BOARD

Dr. Humauoon Abbas
Islamic Studies Department, Govt. College University, Faisalabad.

Dr. Hafiz Tahir Islam
Islamic Studies Department, Allama Iqbal Open University, Islamabad.

Dr. Aafia Mehdi
Islamic Studies Department, National University of Modern Languages, Islamabad.

Dr. Syed Qandil Abbas
International Relations Department, Quaid-I-Azam International University, Islamabad.

Dr. Zahid Ali Zahidi
Islamic Studies Department, University of Karachi.

Dr. Muhammad Riaz
Islamic Studies Department, University of Baltistan, Skardu.

Dr. Muhammad Shakir
Psychology & Human Development Department, University of Bahawalpur.

Dr. Muhammad Nadeem
Ph.D. Education, Govt. Sadiq Egerton College Bahawalpur.

Dr. Raziq Hussain
HoD IR & Assistant Professor, MY University, Islamabad.

INTERNATIONAL ADVISORY BOARD

Dr. Waris Matin Mazaheri.
Islamic Studies Department, Jamia Hamdard, New Delhi, India.

Dr. Syed Zawar Hussain Shah
Ph. D. Quranic Sciences and Hadith, Anjuman-e-Hussani, Oslo, Norway.

Dr. Syed Ammar Yaser Hamadani
Ph.D Quran & Law, Al Mustafa International University Iran.

Dr. Ghulam Raza Javidi
History Department, Katum-un-Nabieen University, kabul, Afghanistan.

Dr. Ghulam Jaber Hussain Mohammadi
Ph.D. Quran & Educational Sciences, Almustafa International University, Iran.

Dr. Ghulam Hussain Mir
Ph. D. Comparative Hadith Sciences, Almustafa International University, Iran.

Dr. Shahla Bakhtiari
History Department, Alzahra University, Tehran, Iran.

Dr. Faizan Jafar Ali
Urdu & Persian Organization Pura Maroof Mau U.P. India.

Editor-in-Chief & Publisher:
Syed Hasnain Abbas Gardezi
Chairman Noorul Huda Trust, Islamabad.

MANAGERIAL BOARD

Editor:
Dr. Muhammad Hasnain Nadir
Ph.D. Islamic Theology & Philosophy, NoorulHuda Trust®, Islamabad.
Asst. Editor:
Dr. Nadeem Abbas Baloch
Ph.D. Islamic Studies, National University of Modern Languages, Islamabad.
Asst.Research Affairs:
Dr. Muhammad Nazir Atlasi
Ph.D. Quranic Sciences, Jamia-tu-Raza Registered, Islamabad.
Advisor to Editor:
Dr. Sajid Ali Subhani
Ph.D. Arabic literature, Jamia-tu-Raza Registered, Islamabad.
IT Supervisor:
Dr. Zeeshan Ali
Ph.D. Computer Sciences.
IT Co-ordinator:
Fahad Ubaid
MS(CS).

EDITORIAL BOARD

Dr. Hafiz Muhammad Sajjad
Islamic Studies Department, Allama Iqbal Open University, Islamabad.
Dr. Ayesha Rafique
Islamic Studies Department, Gift University, Gujranwala.
Dr. Abdul Basit Mujahid
History Department, Allama Iqbal Open University, Islamabad.
Dr. Syed Nisar Hussain Hamdani
Ph.D. Economics, (Divine Economics), Chairman Hadi Institute Muzaffarabad AJK.
Dr. Zulfiqar Ali
History, NoorulHuda Markaz-e Tehqeeqat.
Dr. Roshan Ali
Islamic Studies Department, IMCB, Islamabad.
Dr. Ali Raza Tahir
Philosophy Department, Punjab Univeristy, Lahore.
Dr. Karam Hussain Wadhoo
Islamic Culture Department, Regional Directorate of Colleges, Larkana.

eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nmt.org.pk
www.nooremarfat.com
Declaration No: 7334

Quarterly Research Journal

NOOR-E-MARFAT

Vol. 15 Issue: 2 Serial Issue: 64

April to June 2024 (Shiwal to Zilhaj 1445 AH)

Editor

Dr. Muhammad Hasnain Nadir

ORCID ID: https://orcid.org/0000-0002-1002-153X

E-mail: noor.marfat@gmail.com

Publisher: Noor Research and Development (Private Limited) Bara Kahu, Islamabad.

Publisher Syed Husnain Abbas Gardezi published from Noor Research and Development (Private Limited) Office Bara Kahu after Printing form Pictorial Printers, (Pvt) Ltd. 21, I&T Centre, Abpara (Islamabad).

Registration Fee: Pakistan, India: PKR:1000; Middle East: $70; Europe, America, Canada: $150

Indexed in

Www.australianislamiclibrary.org/

Https://iri.aiou.edu.pk/

Https://www.archive.org/

Https://www.tehqeeqat.org/

EBSCOhost
https://www.ebsco.com/

Websites

https://www.nooremarfat.com

https://www.nmt.org.pk/

https://orcid.org/0000-0001-593-4436

Composer & Designer: **Babar Abbas**

---

eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nmt.org.pk
www.nooremarfat.com
Declaration No: 7334

Quarterly Research Journal

NOOR-E-MARFAT

Vol. 15 Issue: 2 Serial Issue: 64 April to June 2024

- Divine Goals of Economic Upbringing of Man
- Evaluation of Objections to the Establishment of Islamic Government in the Age of Occultation
- A Review of Different Periods and History of Imamiyyah Political Jurisprudence
- Study of a few Pages from: "Principals of the Philosophy and Methodology of the Realism" (3)
- The Role of Philosophy and Mathematics in the Creation of Social Realities

Editor

DR. MUHAMMAD HASNAIN NADIR

Publisher: Noor Research and Development (Private) Limited